هُوَ الَّذِي أَرْسَلَ رَسُولَهُ بِالْهُدَىٰ وَدِينِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهُ عَلَى الدِّينِ كُلِّهِ

رجسٹرڈ ایل نمبر ۲۲۹۶

فاروق

تحریک جدید کا اخبار

قادیان

ایڈیٹر ۔ شیخ قاسم علی احمدی

شرح چندہ پیشگی

قیمت فی پرچہ ۱؍

تاریخہائے اشاعت:- ہر انگریزی ماہ کی ۷ - ۱۴ - ۲۱ - ۲۸

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ر رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ نومبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۱۴

دارالامان کا ہفتہ

(۱) قادیان ۵ر نومبر۔ سیدنا حضرت امیرالمؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ کے متعلق آج ساڑھے آٹھ بجے شب کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ خدا تعالےٰ کے فضل سے حضور کی طبیعت اچھی ہے۔ الحمدللہ۔

(۲) حضرت ام المؤمنین مدظلہا العالی کی طبیعت سر درد۔ ضعف اور درد شکم کی وجہ سے زیادہ ناساز ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

(۳) صاحبزادہ مرزا مظفر احمد صاحب آئی۔سی۔ایس گوڑگاؤں سے ایک محکمانہ امتحان کے لئے لاہور تشریف لے گئے تھے۔ جہاں سے واپسی پر یہاں تشریف لائے۔ اور آج بعد دوپہر گوڑگاؤں کے لئے روانہ ہو گئے۔ آپ کے ہمراہ صاحبزادی امۃ السلام بیگم صاحبہ بھی تشریف لے گئی ہیں۔ جو مالیر کوٹلہ ٹھہر جائینگی۔

(۴) اس دفعہ مسجد مبارک میں آٹھ مرد۔ مسجد اقصیٰ میں بارہ مرد اور نو مستورات۔ اور مسجد دارالبرکات میں تین مرد اعتکاف بیٹھے ہیں۔

ناظرین فاروق کو عید مبارک ہو

نوٹ کر لیں:۔ عید الفطر کو مطبع بند رہیگا۔ ایک دن جمعہ کی تعطیل کی جائے گی۔ ۱۴ر نومبر کا پرچہ نہیں شائع ہوگا۔ یہ پرچہ ۱۶ صفحہ پر نکالا گیا ہے۔

اتمام الحجّت علی المخالفین

(۳)

(از حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام)

نام بنام ۵۸ مولویوں اور ۴۹ سجادہ نشینان ہند و پنجاب کو مباہلہ کا چیلنج

" اب اے مخالف مولویو! اور سجادہ نشینو! یہ نزاع ہم میں اور تم میں حد سے زیادہ بڑھ گئی ہے۔ اب میں بہت ستایا گیا۔ اور دُکھ دیا گیا۔ مجھے کافر ٹھہرایا گیا۔ مجھے دجال کہا گیا۔ میرا نام شیطان رکھا گیا۔ مجھے کذاب اور مفتری سمجھا گیا۔ میں اشتہاروں میں لعنت کے ساتھ یاد کیا گیا۔ میں ان کی مجلسوں میں نفرین کے ساتھ پکارا گیا۔ ہر ایک نے مجھے گالی دینا اجر عظیم کا موجب سمجھا۔ اور میرے پر لعنت بھیجنا اسلام کا طریق قرار دیا۔ پر ان سب تلخیوں اور دکھوں کے وقت خدا میرے ساتھ تھا۔ جو ہر ایک وقت مجھ کو تسلّی اور اطمینان دیتا رہا۔ کیا ایک کیڑا ایک جہان کے مقابل کھڑا ہو سکتا ہے۔ کیا ایک ذرہ تمام دنیا کا مقابلہ کریگا۔ کیا ایک دروغگو کی ناپاک روح یہ استقامت رکھتی ہے۔ کیا ایک ناچیز مفتری کو یہ طاقتیں حاصل ہو سکتی ہیں۔ کیا تم خوشبو اور بدبو میں فرق نہیں کر سکتے۔ کیا تم سچائی کی شوکت کو نہیں دیکھتے بہتر تھا۔ کہ تم خدا تعالےٰ کے سامنے روتے۔ اور ایک ترسانی اور لرزاں دل کے ساتھ اس سے میری نسبت ہدایت طلب کرتے۔ سو یقیناً سمجھو۔ کہ تم مجھ سے نہیں بلکہ خدا سے لڑ رہے ہو۔ اسی نے مجھ کو حکم دیا ہے۔ کہ تا میں آپ لوگوں کے سامنے مباہلہ کی درخواست پیش کروں۔ تا جو راستی کا دشمن ہے۔ تباہ ہو جائے۔

سو اب اٹھو اور مباہلہ کے لئے تیار ہو جاؤ تم سُن چکے ہو۔ کہ میرا دعویٰ دو باتوں پر مبنی تھا۔ اوّل نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ پر۔ دوسرے الہامات الٰہیّہ پر۔ سو تم نے نصوص قرآنیہ اور حدیثیہ کو قبول نہ کیا۔ اور خدا کی کلام کو یوں ٹال دیا۔ جیسا کہ کوئی تنکا توڑ کر پھینکدے۔ اب میرے بنا دعویٰ کا دوسرا شق باقی رہا۔ سو میں اس ذات قادر غیور کی آپ کو قسم دیتا ہوں جس کی قسم کو کوئی ایماندار رد نہیں کر سکتا۔ کہ اب اس دوسری بنا کی تصفیہ کے لئے مجھ سے مباہلہ کر لو۔

اور یوں ہوگا۔ کہ تاریخ اور مقام مباہلہ کے مقرر ہونے کے بعد میں ان تمام الہامات کے پرچہ کو جو لکھ چکا ہوں۔ اپنے ہاتھ میں لے کر میدان مباہلہ میں حاضر ہوں گا۔ اور دعا کروں گا۔ کہ یا الٰہی اگر یہ الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں۔ میرا ہی افترا ہے اور تو جانتا ہے۔ کہ میں نے ان کو اپنی طرف سے بنا لیا ہے۔ یا اگر یہ شیطانی وساوس ہیں۔ اور تیرے الہام نہیں تو آج کی تاریخ سے ایک برس گزرنے سے پہلے مجھے وفات دے۔ یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا کر۔ جو موت سے بدتر ہو۔ اور اس سے رہائی عطا نہ کر جب تک کہ موت آجائے۔ تا میری ذلت ظاہر ہو۔ اور لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں کیونکہ میں نہیں چاہتا۔ کہ میرے سبب سے تیرے بندے فتنہ اور ضلالت میں پڑیں۔ اور ایسے مفتری کا مرنا ہی بہتر ہے۔ لیکن اے خدا اے علیم وخبیر اگر تو جانتا ہے۔ کہ یہ تمام الہامات جو میرے ہاتھ میں ہیں۔ تیرے ہی الہام ہیں۔ اور تیرے ہی مُنہ کی باتیں ہیں۔ تو ان مخالفوں کو جو اس وقت حاضر

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہیں۔ ایک سال کے عرصہ تک نہایت دکھ کی مار میں مبتلا کر۔ کسی کو اندھا کر دے۔ اور کسی کو مجذوم۔ اور کسی کو مفلوج اور کسی کو مجنون اور کسی کو مصروع اور کسی کو سانپ یا سگِ دیوانہ کا شکار بنا۔ اور کسی کے مال پر آفت نازل کر اور کسی کی جان پر اور کسی کی عزّت پر۔ اور جب مَیں یہ دعا کر چکوں۔ تو دونوں فریق کہیں کہ آمین۔ ایسا ہی فریق ثانی کی جماعت میں سے ہر ایک شخص جو مباہلہ کے لئے حاضر ہو۔ جناب الٰہی میں یہ دعا کرے۔ جب یہ دعا فریق ثانی کر چکے۔ تو دونوں فریق کہیں۔ کہ آمین۔

پھر اس مباہلہ کے بعد اگر میں ایک سال کے اندر مر گیا۔ یا کسی ایسے عذاب میں مبتلا ہو گیا۔ جس میں جانبری کے آثار نہ پائے جائیں۔ تو لوگ میرے فتنہ سے بچ جائیں گے۔ اور مَیں ہمیشہ کی لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤنگا۔ اور میں ابھی لکھ دیتا ہوں۔ کہ اس صورت میں مجھے کاذب اور مورد لعنت الٰہی یقین کرنا چاہیئے۔ اور پھر اس کے بعد میں دجال یا ملعون یا شیطان کہنے سے ناراض نہیں۔ اور اس لائق ہوں گا۔ کہ ہمیشہ کے لئے لعنت کے ساتھ ذکر کیا جاؤں اور اپنے مولیٰ کے فیصلہ کو فیصلہ ناطق سمجھوں گا۔ اور میری پیروی کرنے والا یا مجھے اچھا اور صادق سمجھنے والا خدا کے قہر کے نیچے ہوگا۔ پس اس صورت میں میرا انجام نہایت ہی بد ہوگا۔ جیساکہ بد ذات کاذبوں کا انجام ہوتا ہے۔

لیکن اگر خدا نے ایک سال تک مجھے موت اور آفات بدنی سے بچا لیا۔ اور میرے مخالفوں پر قہر اور غضب الٰہی کے آثار ظاہر ہو گئے۔ اور ہر ایک ان میں سے کسی نہ کسی بلا میں مبتلا ہو گیا۔ اور میری بد دعا نہایت چمک کے ساتھ ظاہر ہو گئی۔ تو دنیا پر حق ظاہر ہو جائے گا۔ اور یہ روز کا جھگڑا درمیان سے اٹھ جائیگا۔

میں یہ بھی شرط کرتا ہوں۔ کہ میری دعا کا اثر صرف اس صورت میں سمجھا جائے۔ کہ جب تمام وہ لوگ جو مباہلہ کے میدان میں بالمقابل آویں۔ ایک سال تک ان بلاؤں میں سے کسی بلا میں گرفتار ہو جائیں۔ اگر ایک بھی باقی رہا تو میں اپنے تئیں کاذب سمجھوں گا۔ اگرچہ وہ ہزار ہوں۔ یا دو ہزار۔ اور پھر ان کے ہاتھ پر توبہ کروں گا اور اگر میں مر گیا۔ تو ایک خبیث کے مرنے سے دنیا میں ٹھنڈ اور آرام ہو جائے گا۔

میرے مباہلہ میں یہ شرط ہے۔ کہ اشخاص مندرجہ میں سے کم سے کم دس آدمی حاضر ہوں۔ اس سے کم نہ ہوں۔ اور جس قدر زیادہ ہوں میری خوشی اور مراد ہے۔ کیونکہ بہتوں پر عذاب الٰہی کا محیط ہو جانا ایک ایسا کھلا کھلا نشان ہے۔ جو کسی پر مشتبہ نہیں رہ سکتا۔

گواہ رہ اے زمین اور اے آسمان کہ خدا کی لعنت اس شخص پر کہ اس رسالہ کے پہنچنے کے بعد نہ مباہلہ میں حاضر ہو۔ اور نہ تکفیر اور توہین کو چھوڑے۔ اور نہ ٹھٹھا کرنے والی مجلسوں سے الگ ہو۔ اور اے مومنو! برائے خدا تم سب کہو کہ آمین۔ مجھے افسوس ہے یہ بھی لکھنا پڑا کہ آج تک ان ظالم مولویوں نے اس صاف اور سیدھے فیصلہ کی طرف رخ ہی نہیں کیا تا اگر میں ان کے خیال میں کاذب تھا۔ تو احکم الحاکمین کے حکم سے [illegible] (انجام آتھم [illegible])

احرار کی نامرادی

احرار بدزبان بداطوار ہو گئے — یہ سر سے لے کر پاؤں تک اشرار ہو گئے
اسلام کے خلاف روش ان کی دیکھ کر — ہندو تمام ان کے طرفدار ہو گئے
چرخِ ستم شعار کی حاجت نہیں رہی — پیدا جہاں میں جب سے یہ احرار ہو گئے
ناکام و نامراد رہے ہر مقام پر — پاکوں کے جب سے درپئے آزار ہو گئے
اللہ کے خلیفہ سے جب سامنا ہوا — رُسوا ہوئے ذلیل ہوئے خوار ہو گئے
تیغِ دعا کے سامنے بس چل سکا نہ کچھ — ہتھیار ان کے سارے ہی بےکار ہو گئے
ان کی مخالفت سے ہوا ہم کو فائدہ — ایک احمدی جہاں تھا وہاں چار ہو گئے
"مرزائیت کا خاتمہ کردیں گے جلد ہم" — یہ کہنے والے آپ ہی فی النار ہو گئے
رمضان کے مہینے میں شیطان کی طرح — احرار سارے قید و گرفتار ہو گئے
پورا ہوا خدا کے نبی کا یہ شعر خوب — اشرار جس کو سنتے ہی بیمار ہو گئے

"کافر جو کہتے تھے وہ نگونسار ہو گئے
جتنے تھے سب کے سب ہی گرفتار ہو گئے"

(حافظ سلیم احمد اٹاوی)

درخواست ہائے دعاء

(۱) مکرم شیر محمدؐ صاحب احمدی ملازم علاقہ دکن سے اپنے اور اپنے بیوی بچوں کے لئے اس مبارک مہینے میں دعا کے خواستگار ہیں۔ کہ خدا سب کو بعافیت رکھے۔ (۲) مکرم ماسٹر محمد الدین صاحب سکرٹری مال جماعت احمدیہ انبہ مستدعی ہیں۔ کہ احباب اپنی نیم شبی دعاؤں میں ان کے لئے یہ دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ ان کو نرینہ اولاد عمر والی خوبصورت اور پاک سیرت عطا کرے: اور انکی اہلیہ صاحبہ کی صحت اچھی رہے۔ اور سب مرادیں پوری ہوں۔ انجام بخیر ہو۔ (۳) مکرم چودھری منور علی صاحب پٹواری نہر کی التجا ہے۔ کہ خدا سے ان کی دینی و دنیاوی ترقیوں کے لئے دعا فرما کر ثواب عظیم حاصل کریں۔

فاروق:۔ اللہ تعالےٰ ان سب دوستوں کو اپنے فضل و [illegible]

دوماہی رپورٹ توسیع اشاعت فاروق و شکریہ احباب

گذشتہ اطلاع سے بعد ۳۱ر اکتوبر ۱۹۳۹ء تک دو ماہ میں فاروق کے ۶۱ جدید خریدار ہوئے۔ اور ۹ کے نام سے جنہوں نے وی۔پی واپس کر دیئے بوجہ عدم وصولی چندہ پرچہ بند کر دیا گیا۔ سابقہ تعداد خریداران ۱۰۶۸ تھی۔ ۶۱ کا اضافہ ہو کر کل تعداد ۱۱۲۹ ہوئی۔ جن میں سے ۹ خریداروں کا پرچہ بند کر دیا۔ باقی ۱۱۲۰ خریدار خدا کے فضل سے اس وقت موجود ہیں۔ جن احباب نے خود خریداری فرمائی۔ اور جنہوں نے خریدار عطا فرمائے۔ اُن سب کو خدا تعالےٰ جزائے خیر دے۔ احباب ذیل نے جو خریدار دیئے۔ ان کا اسم وار شکریہ ادا کرتا ہوا دعا کرتا ہوں۔ کہ خدا تعالےٰ ان کو اس سے بھی زیادہ خدمت دین کی توفیق عطا فرمائے۔ اور دیگر احباب کو بھی ان کی تقلید کے لئے موقع نصیب ہو۔ آمین۔

مکرم سیٹھ عبداللہ الہ دین صاحب	۷ خریدار
مکرم ڈاکٹر مہر علی صاحب	۲
مکرم ماسٹر عبدالرحمٰن صاحب نومسلم بی۔اے قادیان	۲
مکرم ماسٹر محمدؐ الدین صاحب	۲
مکرم بشیر احمدؐ صاحب نخہ غلام نبی	۲
مکرم غلام حسین صاحب سکرٹری مال سامانہ	۱
مکرم حضرت مفتی محمدؐ صادق صاحب	۱
مکرم ڈاکٹر سید ظہور احمدؐ شاہ صاحب	۱
مکرم محمدؐ عبداللہ صاحب ترپ دفعدار	۱
مکرم شیخ قدرت اللہ صاحب نابھ	۱
مکرم حکیم دین محمدؐ صاحب لاہور	۱ مزید
مکرم بابو محمدؐ عمر صاحب بہان سندھ	۱
مکرم مولوی غلام احمدؐ صاحب فرخ	۱ مزید
مکرم مستری غلام قادر صاحب کوٹڑی سندھ	۱
مکرم حافظ غلام رسول صاحب وزیرآبادی	۱
مکرم بشیر احمدؐ صاحب چغتائی جمشید پور	۱
برادرم خورشید احمدؐ مجاہد سیالکوٹی	۱

خدا تعالےٰ ان تمام دوستوں کو خوش رکھے اور ان کا مددگار رہو۔ آمین۔

شاہان اسلام کی رواداریاں اور ہندو مصنفین

اکثر احباب کو علم ہے۔ کہ مکرم مہاشہ فضل حسین صاحب جو کہ کئی سال سے بعارضہ فالج بیمار ہیں۔ اور اس کے اثرات نے ان کی صحت کو بالکل تباہ کر رکھا ہے۔ لیکن گذشتہ دنوں جب آریہ سماج نے حیدرآباد میں جا کر فتنہ انگیزی شروع کی۔ اور شاہان اسلام کو متعصب اور تنگ نظر ثابت کرنے کی عملی کوشش کرنے لگے۔ تو وہ بے چین ہو گئے۔ اور انہوں نے پھر اپنی بیماری کو نظر انداز کر کے "شاہانِ اسلام کی رواداریاں اور ہندو مصنفین" نام سے ایک مفید تالیف طبع کرا دی۔ اس کتاب کا مضمون اس کے نام سے ظاہر ہے۔ مہاشہ صاحب نے اپنی اس خصوصیت کو اس میں پوری طرح برقرار رکھا ہے۔ کہ جو کچھ کہا جائے۔ مخالف کی زبان و قلم سے کہا جائے۔ چنانچہ اس کتاب میں آپ نے شاہانِ اسلام کی رواداریوں کا ہندو زعماء کی طرف سے اعتراف پیش کیا ہے۔ اور بتایا ہے۔ کہ ہندوؤں کی فطری بے وفائی اور نیش زنی کے باوجود شاہانِ اسلام ہمیشہ ان کے ساتھ اسلام کی تعلیم کردہ دریا دلی سے پیش آتے رہے۔ اور ان کی فتنہ انگیزیوں کو نظر انداز کر کے ہمیشہ ان پر انعامات کی بارش کرتے رہے۔ میرا خیال ہے۔ اس کا پڑھنا ہر مسلمان کو اس واسطے ضروری ہے۔ کہ وہ حقیقتِ حال سے آگاہ ہو سکے۔ اور ہندو معترض کے سامنے دب نہ جائے۔ یہ کتاب موزوں تقطیع عمدہ لکھائی چھپائی سے ۱۶۸ صفحہ کی ہے۔ جو ۶ر علاوہ محصولڈاک [illegible] قادیان۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

فاروق

Digitized by Khilafat Library Rabwah

جلد ۲۴ | قادیان دارالامان مورخہ ۲۴ ر رمضان المبارک ۱۳۵۸ھ مطابق ۷ ر نومبر ۱۹۳۹ء | نمبر ۴۱

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۰ ر اکتوبر ۱۹۳۹ء

روزوں کے متعلق نہ بےجا تشدد اور نہ بےجا نرمی اختیار کی جائے

تحریک جدید کے سات روزے ماہ شوال میں رکھے جائیں

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

سورہ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

چھ ۶ دن سے وہ مہینہ شروع ہے۔ جس کے متعلق اللہ تعالیٰ نے اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے۔ کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ۔ یعنی

رمضان کا مہینہ

وہ ہے۔ جس میں خدا تعالیٰ نے قرآن کریم اتارا۔ یا جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اتارا۔ جیسا کہ میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔ تاریخ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے۔ کہ ابتدائے نزول قرآن بھی رمضان کے مہینہ میں ہوا۔ اور ہر رمضان میں جتنا اس وقت تک نازل ہو چکا ہوتا تھا۔ جبرئیل دوبارہ نازل ہو کر اس کو رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے ساتھ دوہراتے تھے۔ اس روایت کو مدنظر رکھتے ہوئے کہا جا سکتا ہے۔ کہ

سارا قرآن ہی رمضان میں نازل ہوا

بلکہ کئی حصے متعدد بار نازل ہوئے۔ یہاں تک کہ ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے نبی مبعوث ہونے کے بعد اگر تئیس ۲۳ رمضان آئے۔ تو بعض آیات ایسی تھیں۔ جو تئیس ۲۳ بار نازل ہوئیں۔ بعض بائیس بار نازل ہوئیں۔ بعض اکیس ۲۱ بار۔ اور بعض بیس بار۔ اسی طرح جو آیات آخری سال نازل ہوئیں۔ وہ دو دفعہ دوہرائی گئیں۔ کیونکہ جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے فرمایا۔ آپؐ کی حیاتِ طیبہ کے آخری سال میں جبرئیل نے دو دفعہ قرآن کریم آپؐ کے ساتھ دوہرایا۔ یہ بات قرآن کے رو سے ثابت ہے۔ کہ ملائکہ جو کام کرتے ہیں۔ وہ خدا تعالیٰ کے حکم سے کرتے ہیں۔ اسلئے یہ نہیں کہا جا سکتا۔ کہ جبرئیل کا رمضان میں آپؐ کے ساتھ قرآن کریم کا تکرار نزول نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ فرشتہ اترتا ہی تب ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کا حکم ہو۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں۔ کہ جبرئیل خود بخود تکرار کے لئے آتے تھے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کے حکم سے آتے تھے۔ اور اسلامی زبان میں اس کے لئے نزول کی اصطلاح ہی استعمال ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ و آلہٖ وسلم نے

ان ایام میں تلاوتِ قرآنِ کریم

کو ضروری قرار دیا ہے۔ اور صحابہ کرام رضؓ تابعین اور تیرہ صدیوں کے مسلمان برابر ان ایام میں تلاوت قرآن کریم میں زیادتی کرتے چلے آئے ہیں۔ اور یہی وجہ ہے۔ کہ یہاں بھی ہم نے رمضان میں درس کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے۔ تا لوگ قرآن کریم کا ترجمہ اور معمولی تفسیر سن سکیں۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تتبع میں قریباً

تمام مساجد میں تراویح

کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ مسجدوں میں لوگ جمع ہو کر اس طرح قرآن کریم سنتے ہیں۔ پھر بہت سے لوگ گھروں میں قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں۔ اور تہجد پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا دستور تھا۔

جب اسلام بہت پھیل گیا۔ اور کئی کمزور لوگ بھی داخل ہونے لگے۔ تو حضرت عمر رضؓ نے سمجھا۔ کہ بہت سے لوگ تہجد نہیں پڑھ سکیں گے اس لئے شروع وقت میں تراویح کا طریق اختیار کیا۔ تا مسجدوں میں قرآن کریم سن سکیں۔ گویا یہ طریق صحابہ رضؓ کا جاری کردہ ہے۔ اور تہجد کا طریق رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کا ہے۔ جو لوگ تہجد پڑھ سکتے ہوں۔ اور گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کر سکیں۔ انہیں شروع وقت میں تراویح پڑھنے کی ضرورت نہیں۔ لیکن جو لوگ سمجھتے ہیں۔ کہ تہجد نہیں پڑھ سکتے۔ یا قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتے۔ یا وہ اَن پڑھ ہیں یا پڑھے ہوئے تو ہیں۔ مگر دیکھ نہیں سکتے۔ ان کے لئے یہ صورت ہے۔ کہ وہ تراویح پڑھیں اور مسجد میں قرآن سُن لیں۔ خواہ اول وقت میں یا آخری وقت میں۔ اسی طرح وہ لوگ بھی اس طریق سے فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ جو سمجھتے ہیں۔ کہ گھر پر وہ باقاعدگی کو قائم نہیں رکھ سکیں گے۔ لیکن مسجد میں ناغہ کرنا مشکل ہوگا۔ ایک روز جانے کے بعد دوسرے روز ناغہ ہوگا۔ تو دوست احباب دریافت کریں گے۔ کہ کیوں نہیں آئے۔ اس طرح نفس شرمندگی محسوس کرے گا۔ اور وہ ناغہ سے بچ جائیں گے۔ انہیں بھی تراویح پڑھنی چاہئیں۔ اس کے علاوہ رمضان میں

روزہ بھی نہایت اہم عبادت ہے

اول تو سب کی سب عبادات اپنی اپنی جگہ پر نہایت اہم ہیں۔ لیکن اگر عبادات کی کوئی ترتیب مقرر کی جا سکتی ہے۔ تو روزہ کا درجہ تیسرا ہے۔ یعنی نماز۔ زکوٰۃ اور روزہ۔ گو ہمارے ملک میں اسکی ترتیب اور ہے۔ یعنی لوگ کہا کرتے ہیں۔ نماز۔ روزہ۔ حج۔ زکوٰۃ۔ لیکن شریعت کے احکام سے جہاں تک ثابت ہوتا ہے۔ صحیح ترتیب نماز۔ زکوٰۃ۔ روزہ اور حج ہے۔ ہندوستان کے مسلمان چونکہ زکوٰۃ دینے میں سست ہیں۔ یا مالی قربانی کا مادہ ان میں کم ہے۔ اس لئے انہوں نے اسے چوتھے نمبر پر رکھ لیا ہے۔ بہر حال روزہ اہم عبادتوں میں سے ہے۔ اور ان میں سے ہے۔ جن کو قرآن کریم نے خاص طور پر بیان کیا ہے۔ اور متعدد بار اس پر زور دیا ہے۔ مسلمانوں میں اس وقت یہ عیب پیدا ہو گیا ہے۔ کہ وہ

اعتدال کو ترک کر بیٹھے ہیں

یا ایک سرے پر کھڑے ہوں گے۔ اور یا دوسرے پر۔ روزہ کے متعلق بھی ان کا یہی حال ہے۔ یا تو وہ لوگ ہیں۔ جو اس کے ایسے پابند ہیں۔ کہ سفر اور بیماری میں بھی اسے ضروری سمجھتے ہیں۔ اور بعض تو اس میں اس قدر شدت اختیار کرتے ہیں۔ کہ بچوں پر بھی جن پر روزے واجب نہیں ہیں۔ سختی کرتے ہیں۔ یعنی اگر بچے روزہ رکھ لیں۔ تو توڑنے نہیں دیتے۔ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں۔ کہ ۷۔ ۷۔ ۸۔ ۸ سال کے بچوں نے روزے رکھے۔ تو ماں باپ نے ان کی حفاظت کی۔ کہ توڑ نہ دیں۔ اور روزہ رکھنے پر ان کو مجبور کیا۔ حتیٰ کہ وہ مر گئے۔ بے شک روزہ کا ادب و احترام ان کے دلوں میں پیدا کرنا ضروری ہے۔ اور اس لئے ان کو بتانا چاہیئے۔ کہ اگر سارا دن نباہ نہیں سکتے۔ تو رکھو ہی نہیں۔ لیکن یہ کہ اگر وہ رکھ لیں۔ تو پھر توڑیں نہیں۔ خواہ مرنے لگیں۔ نہایت ظالمانہ فعل ہے۔ اور

اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف

ہے۔ پس گو یہ ضروری ہے۔ کہ ان کے اندر ادب پیدا کیا جائے۔ اور اس غرض سے ان کو سمجھایا جائے۔ اور اسی صورت میں روزہ رکھو۔ کہ اسے نباہ سکو۔ لیکن رکھنے کے بعد اگر نہ نباہ سکیں۔ تو یہ جبر کہ ضرور پورا کریں ظلم ہے۔ تو ایک طرف تو مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں۔ جو روزہ کے بارہ میں اس قدر سختی کرتے ہیں۔ اور دوسری طرف ایسے لوگ ہیں۔ جو روزوں کی ضرورت کے ہی قائل نہیں۔ بالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ اسی خیال کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

مجھے یاد ہے۔ میں نے اخبارات میں پڑھا تھا۔ کہ ایک شخص ٹرکی یا مصر سے یہاں آیا۔ جو تقریریں کرتا پھرتا تھا۔ کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس زمانہ میں ہوتے۔ تو ضرور روزہ کی شکل بدل دیتے۔ اسلئے ہمیں بھی بدل دینی چاہیئے۔ گویا پہلے وہ یہ فرض کر لیتا۔ کہ وہ زمانہ اور تھا۔ اور یہ اور ہے۔ پھر یہ کہ اگر آپ اس زمانہ میں ہوتے تو ضرور

روزہ کی موجودہ شکل میں تبدیلی

کر دیتے۔ اور پھر یہ نتیجہ نکالتا۔ کہ اس وجہ سے ہمیں بھی اب اس میں تبدیلی کر لینی چاہیئے۔ اور اسکی صورت وہ یہ تجویز کرتا تھا۔ کہ صبح کے وقت ناشتہ کر لیا جائے۔ پھر بعد عصر دو چار بسکٹ اور کچھ چائے پی لی جائے۔ اور روزہ کے معنی یہ ہوں۔ کہ زیادہ روٹی نہ کھائی جائے۔ اسی طرح وہ کہتا تھا۔ کہ اگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج ہوتے۔ تو

نماز کی صورت

بھی بدل دیتے۔ اس زمانہ میں لوگ تہ بند باندھتے تھے۔ اور تہ بند باندھ کر خواہ اُلٹے لیٹو یا سیدھے خواہ اکڑوں بیٹھو۔ یا گھٹنوں کے بل۔ کوئی ہرج نہیں۔ لیکن اب پتلونوں کا زمانہ ہے۔ اب تو یہی کافی ہے۔ کہ کرسیوں پر بیٹھ کر سر جھکا لیا جائے۔ اگر اسی طرح کی نماز آج پڑھی جائے۔ جیسے آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پڑھی جاتی تھی۔ تو پتلونوں میں شکن پڑ جائیں۔ اور ان کی استری خراب ہو جائے۔ تو ایک طبقہ اس طرف چلا گیا ہے۔ اور دوسرا اس طرف۔ لاہور وغیرہ شہروں میں میں نے سنا ہے (دیکھا نہیں۔ اور اگر دیکھا ہو۔ تو یاد نہیں) کہ رمضان میں غیر مسلم جو دعوتیں وغیرہ کرتے ہیں۔ ان میں مسلمانوں کے لئے علیحدہ افطاری کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ بعض مسلمان تو خواہ روزہ نہ بھی ہو۔ شرم کی وجہ سے پہلے یونہی بیٹھے رہتے ہیں۔ اور پھر افطاری میں شریک ہوتے ہیں۔ مگر کئی پہلے وہاں کھا کر پھر افطاری میں جا شامل ہوتے ہیں۔ اور اس طرح گویا عصر کے بعد کھولا ہوا روزہ دوبارہ کھولتے ہیں۔ اور اپنے مسلمان ہونے کا دوہرا فائدہ اٹھاتے ہیں۔ عصر کے بعد تو ناشتہ کرتے ہیں۔ اور پھر افطاری میں شامل ہوتے ہیں۔ تو مسلمانوں میں آج ان دونوں قسموں کے لوگ ہیں۔ حالانکہ اسلام وسطی مذہب ہے۔ اس نے

بیماری اور سفر کی حالت میں روزہ جائز نہیں

رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سنت یہی ہے۔ مگر روزہ اور نماز قصر کرنے کے احکام میں فرق ہے۔ نماز کے متعلق تو یہ حکم ہے۔ کہ اگر کسی نے چودہ دن تک رہنا ہو۔ تو نماز پوری پڑھے۔ ورنہ قصر کرے۔ لیکن روزہ کے متعلق یہ پابندی نہیں۔ چنانچہ آپ نے قادیان میں آنے والوں کو اجازت دی۔ کہ یہاں روزہ رکھ لیں۔ بشرطیکہ وہ دن سفر میں نہ ہو۔ اسکی اور بھی کئی حکمتیں ہیں۔ جو میں کئی دفعہ بیان کر چکا ہوں۔ مثلاً یہ کہ قادیان کو آپ نے ایک روحانی گھر قرار دے کر اس میں روزہ کی اجازت دے دی۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے

روزہ و نماز کے سفر میں فرق

کیا ہے۔ بعض ان لوگوں کے روزے جو باہر سے عصر کے بعد یہاں پہنچے۔ آپ نے تڑوا دیئے۔ اور فرمایا۔ کہ سفر کا روزہ قبول نہیں ہوتا۔ یہ تو محض بھوکا پیاسا رہنے والی بات ہے۔ لیکن یہاں پہنچکر دوسرے دن رکھنے کی آپ نے اجازت دی ہے۔ اور اس طرح دونوں سفروں میں امتیاز ہے۔ گو ایک رنگ میں مشابہت بھی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ نماز کی جماعت سفر میں بھی ضروری ہے۔ اور اس لئے سفر کی رعایت کو استعمال کرنے کا انسان کو بہت کم موقعہ ملتا ہے۔ مثلاً جو لوگ قادیان آتے ہیں۔ ان میں کوئی معذور یا بدبخت ہی ہو سکتا ہے۔ جو مسجد میں نہ آئے۔ اور مہمان خانہ میں علیحدہ نماز پڑھے۔ جو شخص یہاں آئے گا۔ وہ اگر معذور نہ ہوگا۔ تو مسجد میں ہی آئے گا۔ اور اس طرح اسے قصر کا بہت ہی شاذ موقعہ مل سکے گا۔ یا اگر باہر کسی جگہ جائے گا۔ تو وہاں بھی عام طور پر جماعتیں ہیں۔ اسلئے وہاں بھی مسجد میں نماز کے لئے جائیگا۔ اور وہ اگر مومنانہ طریق اختیار کرے تو باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرے گا۔ اور چونکہ مقامی امام ہی نماز کرائے گا۔ اس لئے قصر سے فائدہ اٹھانے کا بہت ہی کم موقعہ ملے گا۔

لیکن روزہ انفرادی فعل ہے۔ اگر اس میں بھی وہی شرط رکھی جاتی۔ تو بہت سے لوگ روزوں سے محروم ہو جاتے۔ چنانچہ اسی بناء پر میرا مدت سے یہ خیال ہے۔ کہ

روزہ کا سفر

جبکہ ایک جگہ انسان کا قیام ہو۔ تین دن کا ہے۔ برخلاف نماز کے جس کے لئے سفر کی مدت چودہ دن مقرر ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قیام کے دن قادیان میں روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔ اس کا یہ مطلب نہیں۔ کہ جو شخص یہاں ایک دو دن ٹھہرے۔ ضرور روزہ رکھے۔ بلکہ آپ نے صرف روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

غرض روزہ کے بارہ میں شریعت نے نہایت تاکید کی ہے۔ اور جہاں اس کے متعلق حد سے زیادہ تشدد ناجائز ہے۔ حد سے زیادہ نرمی بھی ناجائز ہے۔ پس دوستوں کو چاہیئے۔ کہ نہ تو اتنی سختی کریں۔ کہ جان چلی جائے۔ اور نہ اتنی نرمی اختیار کریں۔ کہ

شریعت کے احکام کی ہتک

ہو۔ اور ذمہ واری کو بہانوں سے ٹال دیا جائے۔ کئی لوگ کمزوری کے بہانہ کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے۔ بعض کہہ دیتے ہیں۔ کہ اگر روزہ رکھا جائے۔ تو پیچش ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں۔ ضعف ہو جاتا ہے۔ حالانکہ روزہ چھوڑنے کے لئے یہ کوئی کافی وجہ نہیں۔ کہ پیچش ہو جایا کرتی ہے۔ جب تک پیچش نہ ہو۔ روزہ رکھنا ضروری ہے۔ جب پیچش ہو جائے۔ پھر بے شک چھوڑ دے۔ اسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں روزہ رکھنے سے ضعف ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کوئی دلیل نہیں روزہ چھوڑنے کی۔ صرف اس ضعف کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز ہے۔ جس میں ڈاکٹر روزہ رکھنے سے منع کرے۔ ورنہ یوں تو بعض لوگ ہمیشہ ہی کمزور رہتے ہیں۔ تو کیا وہ کبھی بھی روزہ نہ رکھیں۔

میں اڑھائی تین سال کا تھا۔ جب مجھے کالی کھانسی ہوئی تھی۔ اسی وقت سے میری صحت خراب ہے۔ کئی دوست کہتے ہیں۔ کہ شاید ہی کبھی "الفضل" میں یہ دیکھنا نصیب ہوتا ہو۔ کہ آپ کی صحت اچھی ہے۔ میں کہتا ہوں۔ کہ آپ کی خوشی کے لئے میں کس طرح اپنی صحت کو درست کر سکتا ہوں۔ مگر پھر بھی اللہ تعالےٰ کا فضل ہے۔ کہ وہ کام لے رہی جاتا ہے۔ اگر ایسے ضعف کو بہانا بنانا جائز ہو۔ تو پھر میرے لئے تو شاید

ساری عمر میں ایک روزہ

بھی رکھنے کا موقعہ نہ تھا۔ ضعف وغیرہ جسے روزہ چھوڑنے کا بہانہ بنایا جاتا ہے۔ اسی کی برداشت کی عادت ڈالنے کے لئے تو روزہ رکھا یا جاتا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے۔ کہ قرآن کریم میں لکھا ہے۔ نماز بدی سے روکتی ہے۔ اس پر کوئی شخص کہے۔ کہ میں نماز اسلئے نہیں پڑھتا۔ کہ اسکی وجہ سے بدی سے رک جاتا ہوں۔

پس روزہ کی تو غرض ہی یہ ہے۔ کہ کمزوری کی برداشت کی عادت پیدا ہو۔ ورنہ یوں تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے۔ کہ میں اسلئے روزہ نہیں رکھتا۔ کہ مجھے بھوک اور پیاس لگ جاتی ہے۔ حالانکہ اسی قسم کی تکالیف کی برداشت کی عادت پیدا کرنے کے لئے ہی تو روزہ مقرر کیا گیا ہے۔ جو شخص روزہ رکھے۔ کیا وہ چاہتا ہے۔ کہ فرشتے سارا دن اس کے پیٹ میں کباب ٹھونستے رہیں۔ جب بھی کوئی روزہ رکھیگا بھوک پیاس ضرور برداشت کرنی پڑیگی۔ اور کچھ ضعف بھی ضرور ہوگا۔ اور اس کمزوری اور ضعف کی عادت پیدا کرنے کے لئے روزہ رکھا یا جاتا ہے۔ اور بھی حکمتیں اسکی ہیں۔ مگر یہ حکمت بھی ضرور مدنظر ہے۔ کہ انسان کو معلوم ہو۔ کہ جو لوگ بھوکے اور پیاسے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں۔ ان کی کیا حالت ہوتی ہے۔ اور اس طرح اسے ان کی مدد اور اعانت کی طرف توجہ ہو۔ روزہ اس لئے نہیں رکھا یا جاتا۔ کہ انسان کو کوئی تکلیف ہی نہ ہو۔ اور کوئی ضعف وہ محسوس ہی نہ کرے۔ تو

ضعف کے خوف سے روزہ چھوڑنا

ہرگز جائز نہیں۔ سوائے اس کے کہ کوئی بوڑھا ہو چکا ہو۔ یا ڈاکٹر اس کے ضعف کو بھی بیماری قرار دے۔ اس صورت میں بے شک روزہ نہیں رکھنا چاہیئے۔

ضعف کے متعلق ظاہری ڈیل ڈول اور صورت سے بھی کوئی نتیجہ نہیں نکالنا چاہیئے۔ بعض لوگ بالکل ہٹے کٹے۔ موٹے۔ تازے ہوتے ہیں۔ بخوبی چلتے پھرتے ہیں۔ لیکن دراصل وہ بیمار ہوتے ہیں۔ اور ان کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہوتا۔ بالخصوص جن لوگوں کو دل کی بیماری ہو۔ وہ بظاہر تو موٹے تازے نظر آتے ہیں۔ لیکن بیٹھے بیٹھے ان کی جان نکل جاتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے۔ کہ شور کی آواز کان میں پڑی۔ اور ان کی جان نکل گئی۔ بلکہ یہاں تک بھی دیکھا گیا ہے۔ کہ ایسے مریض کے پاس کوئی تھالی فرش پر گری۔ یا اور ایسا ہی کوئی شور ہوا۔ تو ان کی جان نکل گئی۔ ایسے لوگوں کے لئے بھوک پیاس کا برداشت کرنا سخت خطرناک ہوتا ہے۔ پس کمزوری۔ یا ضعف کا فیصلہ بظاہر دیکھنے سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ یہ دیکھنا ہوگا۔ کہ

ڈاکٹر کیا کہتا ہے؟

مجھے افسوس ہے۔ کہ ہمارے ملک میں بہت سے ڈاکٹر بھی دیانتداری سے کام نہیں کرتے۔ ذرا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کوئی شخص دو چار بار جھک کر سلام کردے توجو چاہے۔ ڈاکٹر سے لکھوالے۔ یورپین لوگ اپنے پیشہ میں بے حد دیانتدار ہوتے ہیں۔ گو ان میں مذہب نہیں۔ یہاں کے ڈاکٹروں کا تو یہ حال ہے۔ کہ

ایک واقعہ

مجھے یاد ہے۔ ایک ڈاکٹر نے انجمن کے کسی کارکن کو بیماری کا سرٹیفکیٹ دیا۔ تحقیقات پر معلوم ہؤا۔ کہ معمولی نزلہ زکام تھا۔ مگر ڈاکٹر نے سفارش کردی۔ کہ بیمار ہے۔ اور دفتر جانے کے قابل نہیں۔ وہ سودا لینے بھی گیا۔ بازاروں میں بھی پھرتا رہا۔ لیکن دفتر میں ضروری کام کے لئے بلایا گیا۔ تو نہ آیا۔ اور کہدیا۔ کہ مجھے ڈاکٹر نے بیماری کا سرٹیفکیٹ دیا ہؤا ہے۔ یہ نور ہسپتال کے انچارج صاحب کا ذکر نہیں بلکہ اور ڈاکٹر کا ذکر ہے۔

غرض ہندوستانی ڈاکٹروں میں پیشہ کی دیانت بہت کم ہے۔ اور ظاہر ہے۔ کہ ایسے سرٹیفکیٹ کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ ایک شخص اپنے افسر سے لڑ پڑتا ہے۔ اور چاہتا ہے۔ کہ چند روز اس کے سامنے نہ آؤں۔ وہ جاتا ہے۔ ڈاکٹر کو جھک کر سلام کرتا ہے۔ اور سرٹیفکیٹ لے جاتا ہے۔ کہ یہ کام کے ناقابل ہے۔ یہ پیشہ کی ذلت نہیں تو اور کیا ہے۔ لیکن اگر حقیقی طور پر ڈاکٹر کسی کو مشورہ دے۔ کہ اس کے لئے روزہ رکھنا مضر ہے۔ تو گو وہ بظاہر تندرست بھی نظر آئے۔ اس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ خواہ دنیا اسے تندرست سمجھتی ہو۔ لیکن بیماری کے خیال سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ آج کی ہی

میری مثال

ہے۔ میں جب صبح اٹھا۔ تو مجھے اسہال ہؤا۔ اور پیٹ میں درد بھی۔ شیخ بشیر احمدؐ صاحب میرے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ میں اس وقت بیماری کے آثار معلوم کرتا ہوں۔ مگر روزہ کی نیت سے سحری کھاتا ہوں۔ اگر یہ اسہال بڑھے۔ تو روزہ ترک کردوں گا۔ اور اگر اتفاقی طور پر اسہال ہو گیا ہے تو روزہ بچ جائے گا۔ صبح کی نماز کے بعد میں سو گیا۔ اور جب اٹھا۔ تو طبیعت صاف تھی۔ وہ گویا وقتی بیماری تھی۔ میں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر جانتا تھا۔ کہ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے یہ بیماری کا عارضی حملہ ہے۔ جو بعض اوقات یکدم مجھ پر ہو جایا کرتا ہے۔ بعض دفعہ دیکھنے والا حیران ہوتا ہے۔ کہ ابھی تو اچھے بھلے تھے مگر یکدم بیمار ہو گئے۔ اور پھر آرام بھی فوراً ہو گیا۔ حالانکہ بیماریاں اس رنگ میں بھی آتی ہیں۔

اس کے بعد میں

دوکانداروں کو بھی ہدایت

کرتا ہوں۔ اور دفتر کو بھی توجہ دلاتا ہوں۔ کہ دیکھیں اس پر عمل ہوتا ہے۔ یا نہیں۔ اس کے متعلق دفتر کو ہدایت دیتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے۔ کیونکہ اس قسم کی نگرانی کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے جہاں مذہب نہ ہو۔ احمدیؐ دوکانداروں کا خدا تعالےٰ سے واسطہ میرے ذریعہ سے نہیں۔ اگر وہ اسے میرے ذریعہ رکھیں گے۔ تو گھاٹے میں رہیں گے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کرکے فرماتا ہے۔ کہ ان سے کہہ دو۔ کہ اگر میں نے عذاب دینا ہوتا۔ تو کبھی کا ہلاک کر دیتا۔ پس اگر محمد (صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مرضی پر عذاب آنے کی صورت میں لوگ مارے جاتے۔ تو جو میرے ذریعہ خدا تعالےٰ سے تعلق رکھیں۔ وہ تو بہت زیادہ خطرہ میں ہوں گے۔ آنحضرت صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا علم۔ خشیت اللہ اور ہر چیز مجھ سے کہیں زیادہ تھی۔ پس ان کی مرضی سے عذاب آنے کی صورت میں اگر تباہی جلدی آسکتی تھی۔ تو میری مرضی پر تو کہیں زیادہ جلدی آئے گی۔ پس ہمارے دوکانداروں کو یہ نہیں دیکھنا چاہیئے۔ کہ میں کیا کہتا ہوں۔ یا دفتر والے ان سے کیا مطالبہ کرتے ہیں۔ بلکہ انہیں یہ بات مدنظر رکھنی چاہیئے۔ کہ دین ان سے کیا چاہتا ہے۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ بعض احمدیؐ دوکاندار رمضان میں کھانے کی اشیاء کی دوکانوں کو کھُلا رکھتے ہیں۔ اور لوگ وہاں بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں۔ حالانکہ یہ رمضان کے احترام کے منافی ہے۔ عصر کے بعد تک کھانے پینے کی تمام دوکانیں بند رہنی چاہئیں۔ ہاں روٹی کی کھلی رہ سکتی ہیں۔ کیونکہ مسافر اور بیمار بھی وہاں سے کھاتے ہیں۔ لیکن بہتر ہو۔ کہ ان پر بھی بورڈ لگا دیئے جائیں۔ کہ دن میں یہاں صرف بیمار اور مسافر ہی کھانا کھا سکتے ہیں۔ اس سے ہماری پالیسی تو کم سے کم ظاہر ہو جائے گی۔ لیکن یہ تو کھانے کی دوکانوں کے متعلق ہے۔

مٹھائی وغیرہ کی دُکانیں تو بہرحال بند ہونی چاہئیں

یہ کوئی ایسی چیزیں نہیں۔ کہ جن کے بغیر گذارہ نہ ہو سکے۔ کبھی ایسا موقعہ نہیں آیا۔ کہ کوئی کہے جلیبیاں اور شکر پارے ضروری ہیں۔ ورنہ جان نکل جائے گی۔ پس ایسی دُکانوں کے متعلق یہی قانون ہونا چاہیئے۔ کہ وہ تمام دن بند رہیں۔ ہاں افطاری کے وقت کھلیں تا جو لوگ گھر میں افطاری کا سامان نہیں کر سکتے۔ ان کو تکلیف نہ ہو۔ میں نے

کئی دفعہ دُکانداروں کو متوجہ کیا

ہے۔ کہ وہ اصلاح کی تجاویز پیش کریں۔ اور اپنی ایک کمیٹی مقرر کریں۔ جو ان تجاویز پر غور کرکے میرے سامنے پیش کرے۔ بلکہ ایک گذشتہ خطبہ میں تو میں یہ بھی کہہ چکا ہوں۔ کہ میں دوسروں سے سودا نہ لینے کی قید جو جماعت نے اپنے پر مقرر کر رکھی ہے۔ اسے ہٹانے کا ارادہ رکھتا ہوں اس لئے اس سے پہلے پہلے اپنے آپ کو منظم کرلو۔ مگر انہوں نے کوئی توجہ اب تک نہیں کی۔ لیکن جس روز میں وہ قید اٹھادونگا اس دن دھڑا دھڑ عرضیاں آنے لگیں گی۔ کہ حضور مہلت ملنی چاہیئے تھی۔ یہ ہونا چاہیئے تھا۔ وہ ہونا چاہیئے تھا۔ اب تو سب سو رہے ہیں۔ لیکن جس روز میں نے اعلان کر دیا۔ رقعوں کی بھرمار ہو جائے گی۔ میں تین سال سے کہہ رہا ہوں۔ مگر کوئی توجہ نہیں کی جاتی۔ لیکن جس روز میں نے پابندی ہٹانے کا اعلان کر دیا۔ منافق شور مچانے لگیں گے۔ کہ سختی کی جاتی ہے۔ اتنا ظلم ہو رہا ہے۔ ہم کیا کریں۔ حالانکہ وہی کرنا چاہیئے۔ جو میں تین سال سے کہہ رہا ہوں۔

دُکانداروں کی انجمن

بننے سے اصلاح کی کئی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے۔ کہ جنگ کی خبر کے ساتھ ہی یہاں کے بعض دُکانداروں نے بھی بالکل ناجائز طور پر قیمتوں میں اضافہ کر دیا۔ حالانکہ ان کا کوئی حق نہ تھا۔ کہ اس طرح قیمتیں بڑھاتے۔ میں اس دلیل کا تو قائل نہیں جو بعض لوگوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے۔ کہ یہ چیزیں سستی خریدی ہوئی ہیں۔ اسلئے سستی بیچی جائیں۔ یہ بے وقوفی کی بات ہے۔ جنگ کے دوران میں دُکاندار جو اشیاء مہنگی خریدیں گے۔ کیا یہ دلیل دینے والے بعد میں جبکہ قیمتیں گر جائیں گی۔ اسی نرخ پر ان سے وہ چیزیں خریدنے کو تیار ہوں گے۔ پس یہ بات عقل کے خلاف ہے۔ اور کوئی تجارت اس اصل پر نہیں چل سکتی۔ یہ بات تو تمہارے لئے آسان ہے۔ کہ اگر کوئی چیز جس کی قیمت سات آنہ تھی۔ آٹھ آنہ کی ہو جائے۔ تو تم اسے خرید لو۔ گو دُکانداروں کی خرید کی قیمت چھ آنہ ہی کیوں نہ ہو۔ لیکن جو چیز کسی دُکاندار نے چھ آنہ میں خریدی ہوئی ہے۔ اور سات آنہ میں اسے بیچتا ہو۔ وہ اگر سستی ہو جائے۔ اور اسکی قیمت مثلاً پانچ آنہ ہو جائے۔ تو تم اسکی چھ آنہ میں خریدی ہوئی چیز کو سات آنہ میں لینے کے لئے کبھی تیار نہ ہوگے۔ اور بازار کے اس وقت کے ریٹ یعنی پانچ آنہ پر فروخت کرنے پر اسے مجبور کرو گے۔ پس یہ مطالبہ بالکل غلط ہے۔ کہ جو چیز سستی خریدی گئی ہے۔ سستی فروخت کی جائے۔ کیونکہ جو چیز دُکاندار نے مہنگی خریدی ہے۔ اس کے سستا ہو جانے پر اس وجہ سے تم اسے مہنگا نہیں خریدو گے۔ کہ دُکاندار نے وہ مہنگی خریدی تھی۔ ان حالات میں دُکاندار کو مجبور نہیں کیا جا سکتا۔ کہ اس نے جو چیز سستی خریدی ہے۔ اسے سستا فروخت کرے۔ پس یہ دلیل تو نادرست ہے۔ مگر یہ بھی جائز نہیں۔ کہ

مارکیٹ کی قیمت سے ناجائز طور پر بڑھا کر

کوئی قیمتیں وصول کرنے لگے۔ مثلاً ایک چیز انگلستان سے پانچ آنہ میں چلتی تھی۔ بمبئی میں چھ آنہ میں پہنچتی تھی۔ اور لاہور سات آنہ میں ملتی تھی۔ کوئی شخص جنگ کی وجہ سے یکدم اسے نو آنہ میں بیچنے لگے۔ بغیر اس کے کہ کارخانہ نے اسکی قیمت بڑھائی ہو۔ یا جہاز والوں نے کرایہ زیادہ کیا ہو۔ تو یہ ناجائز ہوگا۔ جب بنانے والا اسی قیمت میں بناتا ہے۔ بھیجنے والا اسی قیمت پر بھیج رہا ہے۔ پہنچانے والا اسی قیمت پر پہنچاتا ہے تو تمہارے سات آنہ سے نو آنے کس طرح ہو گئے۔ اسکی آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہیئے۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے۔ کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سنایا کرتے تھے۔ کہ کوئی شخص کسی کے باغ سے

انگوروں کا بھرا ہؤا ٹوکرا

اٹھا کرلے جا رہا تھا۔ رستہ میں باغ کا مالک مل گیا۔ اس نے کہا۔ کہ میرے انگور اٹھا کر کہاں لے جا رہے ہو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ آپ ناراض نہ ہوں۔ پہلے میری بات سُن لیں۔ اس نے کہا۔ اچھا سُناؤ۔ تو کہنے لگا۔ کہ میں راستہ پر چلا جا رہا تھا۔ کہ بڑے زور کا بگولا آیا۔ جس نے مجھے اٹھا کر آپ کے باغ میں پھینک دیا۔ اب بتایئے۔ اس میں میرا کوئی قصور ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں۔ اس میں تو کوئی نہیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بلکہ اس میں تو مجھے آپ کے ساتھ ہمدردی ہے اس نے کہا۔ اچھا۔ تو جب میں باغ میں گرا۔ تو پھر بگولا آیا۔ جس سے میں اڑنے لگا۔ اور جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے لگا۔ اس میں تبائیے۔ میرا کیا قصور ہے۔ اس نے کہا۔ نہیں کوئی قصور نہیں۔ جان بچانا آپ کا فرض تھا۔ اس نے کہا۔ کہ میں جب ہاتھ مارتا تھا۔ تو انگور گرتے تھے۔ اس میں بھلا میرا کیا قصور مالک نے کہا۔ کہ اس میں بھی تمہارا کوئی قصور نہیں۔ پھر اس نے کہا۔ کہ نیچے ٹوکرا پڑا تھا۔ اور انگور اس میں گرتے جاتے تھے۔ تبایئے۔ اس میں میرا کیا قصور۔ اس نے کہا۔ اس میں بھی کوئی قصور نہیں۔ وہ کہنے لگا۔ پھر آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں۔ مالک نے کہا۔ کہ باقی بات تو سب درست ہے۔ تم مجھ کو اس کا جواب دو۔ کہ اس کے بعد ٹوکرا تمہارے سر پر رکھ کر کس نے کہا۔ کہ تم یہ گھر لے جاؤ۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں بھی دل میں یہی سوچتا چلا آرہا تھا۔ کہ یہ کیا ہو رہا ہے۔ اور میں کیوں ٹوکرا سر پر رکھ کر گھر لے جارہا ہوں۔

یہی حال ان دکانداروں کا ہے۔ جو اشیاء مہنگی ہوتی ہیں۔ ان کی قیمت زیادتی کے مطابق بڑھانی تو جائز بات ہے۔ لیکن بلاوجہ ان

اشیاء کی قیمت

کیوں بڑھادی گئی۔ کہ جن کی قیمت نہ کارخانوں نے بڑھائی۔ نہ ان پر کوئی محصول لگائے گئے۔ یا اگر خرید کی قیمت میں فرق تو ۱/۴ کا پڑا ہے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ ایسی اشیاء کی قیمت ڈیوڑھی دُگنی کردی گئی۔ جب ان لوگوں سے وجہ پوچھی جاتی ہے۔ تو سوائے دس ٹکرے والے کے جواب کے ان کے پاس اور کوئی جواب نہیں ہوتا غرض یہ بالکل ناجائز طریق ہے۔ مگر یہ تو ایک ضمنی بات تھی۔ جو میں نے بیان کردی۔ اور اسکی یہ مناسبت تھی۔ کہ رمضان کے مہینے میں کھانے پینے کی چیزوں کے لوگ زیادہ حاجتمند ہوتے ہیں۔ اس لئے فروخت کرتے وقت احتیاط کی جائے۔ میرا اصل مضمون یہ تھا۔ کہ رمضان کے دنوں میں کھانے پینے کی دکانوں کو بند رکھا جائے۔ روٹی کی دکانیں کھلی رہیں۔ مگر اس سے صرف مسافر اور بیمار کو روٹی دی جائے۔ تندرست مقیم نہ کھائے۔

اس کے بعد میں اس امر کی طرف توجہ دلاتا ہوں۔ کہ اس سال تحریک جدید کے سلسلہ میں روزوں کے متعلق میں نے تاحال کوئی اعلان نہیں کیا۔ اس کے متعلق میں آج اعلان کرتا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ کہ آپؐ

شوال میں روزے

رکھا کرتے تھے۔ پس اس سال کے لئے تحریک جدید کے مقررہ سات روزے میں شوال کے مہینہ میں مقرر کرتا ہوں۔ اس طرح ایک تو اس سنت پر عمل ہو جائے گا۔ اور دوسرے ہمارا روزے رکھنے کا طریق بھی پورا ہو جائے گا۔ میں نے تو حساب نہیں کیا۔ دیکھ لیا جائے اگر پیر یا جمعرات کو عید نہ ہو۔ تو ان میں سے جو بھی پہلے آئے۔ اس دن پہلا روزہ رکھا جائے۔ اور اس سے شروع کرکے پھر ہر پیر اور جمعرات کو روزے رکھے جائیں۔ اور سات پورے کئے جائیں۔

اس سال کے روزوں کے متعلق دعاؤں کے سلسلہ میں میں یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں اپنے لئے۔ اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے۔ سلسلہ کے لئے اور اسلام کے لئے دعا کریں۔ وہاں یہ بھی خیال رکھیں۔ کہ یہ

تحریک جدید کا چھٹا سال

ہوگا۔ اور اس طرح وہ چوٹی پر پہنچ کر نیچے کی طرف اتر رہی ہوگی۔ اور یہ دن زیادہ قربانی کے ہوں گے۔

پس دوست دعا کریں۔ کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ قربانیوں کی توفیق دے۔ اور اسلام کی ترقی کے لئے ایسا مستقل فنڈ اور مجاہدین کی جماعت پیدا کردے۔ جو اسلام کے جھنڈے کو دنیا میں کھڑا کرسکے۔ اور دنیا کے کناروں تک پہنچا سکے۔ نیز اللہ تعالےٰ مجھے بھی اور دوسرے کارکنوں کو بھی توفیق دے۔ کہ اللہ تعالےٰ کے اموال کو زیادہ سے زیادہ دیانت اور دانائی کے ساتھ خرچ کرسکیں۔ جن لوگوں نے اس میں حصہ لیا ہے۔ اُن پر اپنے انعام کرے۔ جنہوں نے وعدے کئے ہوئے ہیں ان کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور جو لوگ نئے شامل ہوئے ہیں۔ یا جن کی پہلے کوئی آمد نہ تھی۔ اب ہوگئی ہے۔ مثلاً پہلے طالب علم تھے۔ مگر اب ملازم ہوگئے ہیں۔ یا جن کی مالی حالت پہلے اچھی نہ تھی۔ اب اچھی ہوگئی ہے۔ ان کو بھی شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ دوسری

نہایت ضروری دعا

ایک اور ہے۔ دوستوں کو اس بات کا پورا طرح علم نہیں۔ کہ اس جنگ کے اثرات کتنے وسیع ہیں۔ انہیں چونکہ سیاسیات یا جغرافیہ وغیرہ علوم پر عبور نہیں۔ اسلئے وہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں۔ اور نہیں سمجھتے۔ کہ اس کے پیچھے ایسا گن پاؤڈر پوشیدہ اور اس کے نیچے ایسا خطرناک ڈائنامیٹ دبا ہوا ہے۔ کہ جس کے پھٹنے سے تمام دنیا کا نقشہ بدل جائے گا۔ اور نہیں کہا جاسکتا۔ کہ دنیا کی کیا حالت ہو جائیگی۔ کتنے لوگ مریں گے۔ اور کتنی جائیدادیں تلف ہوں گی۔ ان سب باتوں کے سمجھنے کے لئے جس حکمت علم اور واقفیت کی ضرورت ہے۔ وہ چونکہ اس سے محروم ہیں۔ اسلئے نہیں سمجھ سکتے۔ پس

رمضان کے مبارک ایام

میں بھی یہ دعا کریں۔ اور وہ دوسری دعائیں جو میں نے پہلے تبائی ہیں۔ اور بعد کے روزوں میں بھی پھر یہ بھی دعا کریں۔ کہ اللہ تعالےٰ جنگ کے خطرات سے دنیا کو کم سے کم تکلیف پہنچنے دے اور ہماری جماعت کو تو کلی طور پر اس سے محفوظ رکھے۔ لیکن اگر اسکی مشیت اس کے خلاف ہو۔ تو پھر کم سے کم تکلیف پہنچائے۔ اور اس کے اندر سے احمدیت اور اسلام کی ترقی کے سامان اپنے فضل سے پیدا کردے۔ یہ دعائیں ضرور کی جائیں۔ اور دردِ دل سے کی جائیں۔ یہ نہ ہو۔ کہ صرف ہونٹ ہل رہے ہوں۔ بلکہ دل میں بھی ایسا درد ہو کہ جس کے پیدا ہونے کے بعد اللہ تعالےٰ مومن کی دعا کو سن لیا کرتا ہے۔ اور رد نہیں کیا کرتا۔

حضرت امیر المومنین کی دعاؤں میں شامل ہونے کیلئے احباب اور عہدہ داران جماعت کو کوشش کرنی چاہیئے

جن احباب اور جماعتوں کی طرف سے ۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء سے قبل لازمی چندے۔ چندہ عام۔ حصہ آمد پچاس فی صدی اور چندہ جلسہ سالانہ پچھتر فی صدی داخل خزانہ ہو جائے گا۔ ان جماعتوں کے نام نیز ان احباب کے نام جو براہ راست مرکز میں چندہ بھیجتے ہیں۔ حضرت امیر المومنین کے حضور ۱۲ نومبر ۱۹۳۹ء کو جبکہ حضور قرآن کریم کی آخری دو سورتوں کا درس دے کر دعا فرمائیں گے دعا کے لئے خاص طور پر پیش کئے جائیں گے۔

اپیل

احباب اور عہدہ داران جماعت کو چاہیئے۔ کہ وہ اس موقعہ مبارک دعا میں شامل ہونے کے لئے خاص جدوجہد فرماویں۔ (ناظر بیت المال قادیان)

لے لو ملتا ہے گوہر مقصود
پھر نہ کہنا ہمیں خبر نہ ہوئی

قاعدہ ترجمۃ القرآن
و
عمدہ لغات القرآن اُردو

---

(۱) قاعدہ ترجمۃ القرآن مجلّد۔ جس میں قرآن کریم کا ترجمہ سکھلانے کے لئے دو سو ۲۰۰ صفحوں پر ایک سو پندرہ ۱۱۵ سبق درج ہیں۔ قیمت صرف بارہ آنہ۔ (۱۲/)

(۲) عمدہ لغات القرآن اردو۔ جس میں قرآن کریم کے تمام دس ہزار ایک سو ستر ۱۰۱۷۰ الفاظ کے کئی کئی معنے درج ہیں۔ حجم صفحہ ۱۶۸ کاغذ اعلیٰ ڈیمی قیمت صرف بارہ آنہ (۱۲/)

(۳) قاعدہ ترجمۃ القرآن اور عمدہ لغات القرآن کی مدد سے ہر اردو پڑھا لکھا آدمی صرف چار مہینہ کے اندر قرآن کریم کا ترجمہ بلامدد استاد سیکھ سکتا ہے۔ اگر یہ دونوں کتابیں پسند نہ ہوں۔ تو ایک ہفتہ تک واپس کرکے اپنی ادا کردہ رقم وصول کرسکتے ہیں۔

شہادت: عمدہ لغات القرآن مرتبہ مطبع مجیدی کانپور مجھے بہت پسند ہے بچوں میں تقسیم کرنے کے لئے میں اب تک پانچ یا چھ نسخے منگوا چکا ہوں۔ (حضرت صاحبزادہ پیر منظور محمد صاحب) مصنف قاعدہ یسرنا القرآن و موجد طرز کتابت قاعدہ یسرنا القرآن قادیان ضلع گورداسپور (پنجاب) ۳ نومبر ۱۹۳۹ء

المشتہر: حکیم محمد عبداللطیف منشی فاضل دفتر گلدستہ تعلیم الدین قادیان ضلع گورداسپور

واپسی قرضہ ایک لاکھ

ماہ ستمبر و اکتوبر ۱۹۳۹ء میں تحریک قرضہ ایک لاکھ میں سے پانچ ہزار روپیہ اور ادا کیا جاچکا ہے۔ اور اب واپس کرنے کو صرف اکتیس ہزار کے قریب روپیہ باقی ہے۔

جن احباب کی رقمیں اس قرضہ میں جمع ہیں۔ ان کو چاہیئے۔ کہ میعاد کے ختم ہونے پر اصل رسید بھیجکر روپیہ طلب فرمالیا کریں۔ اگر کسی دوست کو قبل از وقت روپیہ لینے کی اشد ضرورت پیش آجائے۔ ان کو بھی ان کا روپیہ واپس دینے کی پوری کوشش کی جائیگی۔

(ناظر بیت المال)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

خطبہ جمعہ مورخہ ۲۷ اکتوبر سنہ ۱۹۳۹ء

فتح مکہ کی پیشگوئی

فرمودہ حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

تشہد و تعوذ کے بعد حضور نے حسب ذیل آیاتِ قرآنیہ کی تلاوت کی:-

یاایّھا الذین اٰمنوا ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقاناً ویکفّر عنکم سیّاٰتکم ویغفر لکم واللہ ذوالفضل العظیم ○ واذ یمکر بک الذین کفروا لیثبتوک او یقتلوک او یخرجوک ویمکرون ویمکر اللہ ۔ واللہ خیر الماکرین ○ واذا تتلیٰ علیھم اٰیاتنا قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھٰذا الا اساطیر الاوّلین واذ قالوا اللّٰھمّ ان کان ھٰذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء او ائتنا بعذاب الیم ○ وما کان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وما کان اللہ معذبھم وھم یستغفرون ○ (انفال ع ۱۸/۴)

اس کے بعد فرمایا:-

میں نے اپنے سندھ کے قیام کے دوران میں **ان آیتوں کے متعلق ایک خطبہ** پڑھا تھا۔ مگر وہاں چونکہ خطبہ لکھنے کا کوئی انتظام نہیں ہوتا۔ اسلئے وہ شائع نہ ہو سکا۔ گو کبھی کبھی بعض دوست ایسے خطبات لکھ بھی لیتے ہیں۔ اور چونکہ وہ ناواقف ہوتے ہیں۔ اسلئے خلاصہ کے طور پر ہی وہ لکھ سکتے ہیں۔ اور ان کا لکھا ہوا خطبہ جو بہت چھوٹا ہوتا ہے۔ بعض دفعہ شائع بھی ہو جاتا ہے۔ لیکن اس خطبہ کا چونکہ کوئی خلاصہ بھی میری نظر سے نہیں گزرا اور چونکہ اس کا مضمون ایسا ہے۔ کہ میں سمجھتا ہوں۔ وہ جماعت کے ان دوستوں کے لئے جو عملی زندگی میں کوئی تغیر پیدا کرنا چاہتے ہیں مفید ہو سکتا ہے۔ اسی طرح ان دوستوں کو بھی جو قرآن کریم کی تحقیق اور اس کے علوم کی دریافت میں لگے رہتے ہیں۔ فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ اسلئے میں نے مناسب سمجھا۔ کہ اس مضمون کو دوبارہ خطبہ میں بیان کر دوں۔ گو کئی مضامین اگرچہ بار بار مختلف رنگوں میں بیان ہوتے رہتے ہیں۔ مگر تکرار کے طور پر ایک ہی مضمون کو دوبارہ بیان کرنا مجھ پر گراں گزرا کرتا ہے۔

اس خطبے کا محرک دراصل **مولوی شیر علی صاحب کا ایک خطبہ جمعہ** ہوا تھا۔ جو انہوں نے میری بیماری کے دنوں میں پڑھا۔ اس کا مضمون تو اور ہے۔ مگر اس وقت میں نے جو آیتیں پڑھی ہیں۔ ان میں سے ایک آیت میں نے اس خطبہ میں بھی دیکھی۔ میں نے وہ سارا خطبہ نہیں پڑھا۔ صرف سرسری طور پر میں نے اس پر نگاہ ڈالی۔ تو ایک آیت میرے سامنے آگئی۔ جس پر مجھے خیال آیا۔ کہ

بعض سوالات

ایسے ہیں۔ جو اس آیت کے متعلق عام طور پر دلوں پر پیدا ہوتے رہتے ہیں۔ مگر ان کے حل کی طرف بہت کم توجہ کی جاتی ہے۔

وہ آیت جو ضمنی طور پر ان کے خطبہ میں آگئی تھی۔ اور جس سے مجھے اس مضمون کی طرف توجہ پیدا ہوئی ہے۔ یہ ہے۔ کہ ماکان اللہ لیعذبھم کہ اللہ تعالےٰ کی شان کے یہ شایاں نہیں ہے۔ کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے۔ وانت فیھم۔ درآنحالیکہ تو ان میں موجود ہو۔ وماکان اللہ معذبھم۔ اسی طرح خدا یہ نہیں کر سکتا۔ کہ وہ ان پر عذاب نازل کرے۔ وھم یستغفرون اور وہ استغفار کر رہے ہوں۔ اس آیت میں

استغفار کا حصہ

تو بالکل واضح ہے۔ کہ جو قومیں سچے دل سے استغفار کرتی رہتی ہیں۔ اللہ تعالےٰ کا عذاب ان پر نازل نہیں ہوتا۔ مگر یہ جو پہلا حصہ ہے۔ کہ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم۔ کہ خدا ان پر عذاب نازل نہیں کر سکتا۔ اس حالت میں کہ تو ان میں موجود ہو۔ یہ حصہ بہت حد تک

قابل غور اور لائق توجہ

ہے۔ یہ تو سارے ہی تسلیم کرتے ہیں۔ کہ اس آیت کے یہ معنی نہیں ہیں۔ کہ جب تک کوئی نبی زندہ رہے۔ اسکی قوم پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ مگر عام طور پر اس کے یہ معنی کئے جاتے ہیں۔ کہ جب نبی کسی جگہ موجود ہو۔ تو اس جگہ اللہ تعالےٰ کا عذاب نازل نہیں ہوا کرتا۔ لیکن اگر ہم گہری نظر سے

انبیاء ع کی تاریخ کا مطالعہ

کریں۔ تو یہ بات ہمیں درست معلوم نہیں ہوتی۔ انبیاء کی زندگی کی اور تاریخوں سے قطع نظر کرتے ہوئے اگر ہم تاریخ کا وہی حصہ لے لیں۔ جو قرآن کریم میں بیان ہوا ہے۔ تو اس سے ہی متعدد مثالیں اس امر کی مل سکتی ہیں۔ کہ **انبیاء کی زندگی بلکہ ان کی موجودگی میں قوموں پر عذاب نازل ہوئے** چنانچہ سب سے پہلے ہم حضرت موسیٰ علیہ السلام کو لیتے ہیں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کا ذکر کرتے ہوئے اللہ تعالےٰ قرآن کریم کی بالکل ابتدائی آیتوں یعنی سورہ بقرہ میں ہی فرماتا ہے۔ کہ انہوں نے

بچھڑے کی پوجا

کی جس پر انہیں حکم دیا گیا۔ کہ اقتلوا انفسکم یعنی اگر تم بچنا چاہتے ہو۔ تو اپنے نفسوں کو قتل کرو۔ اور بائیبل کہتی ہے۔ کہ اس وقت ہزارہا آدمی مارے گئے۔ اب یہ ایک عذاب تھا۔ جو اس قوم پر آیا۔ مگر یہ عذاب حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہی آیا۔ وہ قوم حضرت موسےٰ علیہ السلام کے ساتھ چلی جا رہی تھی۔ کہ درمیان میں ہی یہ واقعہ ہو گیا۔ یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام جب پہاڑ پر گئے۔ تو ان کی قوم نے بعد میں بچھڑے کی پرستش شروع کر دی۔ اور اللہ تعالےٰ نے اس واقعہ کی آپ کو الہاماً خبر دی۔ جس پر آپ پہاڑ سے واپس تشریف لائے۔ اور پھر ان کی قوم کو یہ سزا ملی۔ جس سے بقول بائیبل ہزاروں آدمی ہلاک ہو گئے۔ دوسرا عذاب جس کا قرآن کریم سے ثبوت ملتا ہے۔ اس وقت اترا۔ جب ان پر من و سلویٰ نازل ہوا۔ یہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی کا ہی واقعہ ہے۔ من سلویٰ کے نزول کے بعد جب انہوں نے

بے صبری کا اظہار

کیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے ان پر ذلت اور مسکنت کا عذاب نازل کیا۔

اسی طرح قرآن کریم سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ایک دفعہ بنی اسرائیل نے مخاطب کر کے کہا۔ کہ اے موسیٰ۔ جب تک ہم خدا کو دیکھ نہ لیں۔ تیری بات کوئی نہیں مان سکتے۔ اس وقت بھی اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے ان پر عذاب نازل کیا۔ یہ واقعہ بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی موجودگی میں ہوا۔ اسی طرح قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے جب اپنی قوم کے لوگوں سے کہا۔ کہ جاؤ۔ اس موعود ملک میں داخل ہو جاؤ۔ جس کے ملنے کا اللہ تعالےٰ کی طرف سے تمہیں وعدہ دیا گیا ہے۔ اور انہوں نے کہہ دیا۔ کہ اذھب انت وربّک فقاتلا انا ھٰھنا قاعدون۔ جا تو اور تیرا رب دشمنوں سے لڑتے پھریں۔ ہم تو یہیں بیٹھے ہیں۔ اس وقت بھی ان پر عذاب نازل ہوا۔ اور اللہ تعالےٰ نے ان کو چالیس سال تک اس عذاب میں مبتلا رکھا۔ چنانچہ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ

یتیھون فی الارض

وہ چالیس سال تک زمین میں آوارہ پھرتے رہے۔ اور انہیں اپنے لئے کوئی ٹھکانا نظر نہیں آتا تھا۔ یہ عذاب بھی حضرت موسیٰ علیہ السلام کی زندگی میں ہی شروع ہو گیا تھا۔ گو اس دوران میں ہی آپ وفات پا گئے۔ تو حضرت موسےٰ علیہ السلام کی زندگی کے متعدد واقعات سے اس امر کا ثبوت ملتا ہے۔ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ایک قوم میں موجود تھے۔ پھر بھی اس قوم پر عذاب نازل ہوا۔ بلکہ اس جگہ بھی لوگوں پر عذاب نازل ہوا۔ جس جگہ آپ موجود تھے۔ اس کے بعد ہم

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی زندگی

کو دیکھتے ہیں۔ تو وہاں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے۔ کہ آپ کی زندگی اور آپؐ کی موجودگی میں دشمنوں پر عذاب نازل ہوا۔ آپؐ نے بعض کے متعلق بددعائیں کیں۔ اور وہ مکہ میں ہی عذاب میں مبتلا ہو کر مر گئے۔ اور پھر آپؐ کی بددعا سے ایک دفعہ

مکہ میں قحط

پڑا۔ جو آپ کی زندگی اور آپؐ کی موجودگی میں آیا۔ بلکہ عجیب بات یہ ہے۔ کہ جس عذاب کا ان آیتوں میں ذکر ہے۔ وہ بھی کفار مکہ پر آپؐ کی موجودگی میں ہی آیا۔ اور شاید اس وقت آپؐ صرف چند گز کے فاصلہ پر ہی کھڑے ہوں گے۔ یعنی یہ جو آیت ہے۔ کہ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم وماکان اللہ معذبھم وھم یستغفرون۔ اس سے پہلی آیت یہ ہے۔ واذ قالوا اللّٰھم ان کان ھٰذا ھو الحق من عندک فامطر علینا حجارۃ من السماء کہ جب ان لوگوں نے کہا۔ خدایا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

اگر یہ تعلیم سچی ہے۔ اور تیری طرف سے ہی ہے۔ تو آسمان سے ہم پر پتھر برسا۔ اواُئتنا بعذاب الیم۔ یا اور کسی قسم کا دکھ والا عذاب ہمیں دے۔ اور جیسا کہ صحیح حدیثوں اور تاریخوں سے معلوم ہوتا ہے۔ یہ دعا ابوجہل نے

بدر کے میدان میں کھڑے ہو کر

کی تھی۔ اور بدر کے میدان میں ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی موجودگی میں ان پر یہ حجارہ نازل ہوئے۔ اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے یہ سامان پیدا کیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کے دل میں دعا کی تحریک کر دی۔ اور آپؐ نے دعا کرنے کے بعد کنکروں کی ایک مٹھی اٹھا کر دشمنوں کی طرف پھینک دی۔ اس مٹھی کا پھینکنا تھا کہ ایک تیز آندھی مسلمانوں کی پشت کی طرف سے چل پڑی۔ اور اس کے ساتھ

ریت اور کنکروں کا ایک طوفان

اُٹھا۔ جس نے کفار کی آنکھوں میں پڑ کر ان کی نظر کو کمزور کر دیا۔ کیونکہ ہوا اُدھر سے آ رہی تھی۔ جدھر مسلمانوں کا لشکر تھا۔ اور اس طرف جا رہی تھی۔ جس طرف کفار کا لشکر تھا۔ پھر اس ہوا کی مخالفت کی وجہ سے ہی کفار کے تیر بھی مسلمانوں تک پہنچنے سے رُک گئے۔ کیونکہ وہ جو تیر پھینکتے تھے۔ میدان کے درمیان میں ہی بے کار اور بے ضرر ہو کر گر جاتے تھے۔ مگر مسلمان جو تیر پھینکتے تھے۔ وہ کئی گنا زیادہ تیزی کے ساتھ کفار کے سینہ میں پیوست ہو جاتے تھے۔

پس اس عذاب کی وجہ سے کفار کے حملے ناکام رہے۔ مگر مسلمانوں کا ہر حملہ کامیاب ہُوا۔ کیونکہ ہوا مسلمانوں کی پیٹھ کی طرف سے آ رہی تھی۔ جس کی وجہ سے ان کی آنکھیں کھلی تھیں۔ مگر کفار اپنی آنکھیں آسانی سے کھول نہیں سکتے تھے۔ کیونکہ ہوا ان کی طرف زور سے جا رہی تھی۔ اور اگر کھولتے تھے۔ تو خاک اور کنکر ان کی آنکھوں میں گھس جاتے اور ان کی نظر کو بے کار کر دیتے تھے اسی طرح تلوار کے ذریعہ کفار پر جو عذاب آیا۔ اور

بڑے بڑے صنادید مارے گئے

یہ بھی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی موجودگی میں ہی آیا۔ اور ایسی حالت میں آیا۔ جبکہ مسلمانوں اور کفار کے درمیان چند گزوں کا ہی فاصلہ تھا۔ بلکہ جب لڑائی شروع ہوئی۔ اس وقت گز دو گز کے فاصلہ کا سوال بھی کوئی نہ رہا۔ مسلمان اگر کافروں کے لشکر میں گھسے ہوئے تھے۔ تو کافر مسلمانوں کے لشکر میں۔ پس ابوجہل کی اس دعا کے نتیجہ میں اللہ تعالےٰ کی طرف سے جو عذاب نازل ہُوا۔ وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی موجودگی میں آیا۔ اور ان آیتوں میں اللہ تعالےٰ نے اسی کا ذکر کرتے ہوئے کفار سے فرماتا ہے۔ کہ جو کچھ تم نے دعا مانگی تھی۔ جب وہ پوری ہو گئی۔ اور

اسلام کی صداقت

کا تم نے اس رنگ میں مشاہدہ کر لیا۔ تو اب تم پر حجت تمام ہو گئی۔ اور تمہارا فرض ہے۔ کہ تم میں سے جو لوگ بچ رہے ہیں۔ وہ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر ایمان لے آئیں۔ ابوجہل نے جو یہ دعا کی۔ یہ در اصل خدا تعالےٰ سے آخری اپیل تھی۔ اس میں اس نے خدا تعالےٰ سے بڑے جوش سے استدعا کی۔ کہ اگر اسلام سچا ہے۔ اور اگر محمد (صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم) واقعی خدا تعالےٰ کے رسول ہیں۔ تو ہم پر پتھر برسیں۔ یا کوئی اور عذاب الیم نازل ہو۔ اللہ تعالےٰ نے اسکی اس دعا کے نتیجہ میں یہ نشانِ صداقت ظاہر کر دیا۔ کہ وہ اور اس کے ساتھی تباہ و برباد ہو گئے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور آپؐ کے ساتھی کامیاب و کامران ہوئے۔ بلکہ اُس نے تو کہا تھا۔ کہ خدایا یا ہم پر پتھر نازل کر۔ یا کوئی دردناک عذاب نازل کر۔ مگر اللہ تعالےٰ نے

ایک عذاب کی بجائے ان پر دونوں عذاب نازل کر دیئے

اور کہا۔ کہ تم ایک نشان کے ذریعہ ہمارے رسول کی صداقت معلوم کرنا چاہتے ہو۔ ہم تمہارے مُنہ مانگے دونوں نشانوں کے ذریعہ اسکی صداقت ظاہر کرتے ہیں۔ چنانچہ پہلے ابوجہل پر خصوصاً اور دوسرے کفار پر عموماً پتھر نازل ہوئے۔ اور پھر عذاب الیم نازل ہُوا۔ تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ کہ مکہ کے لوگ مدینہ کے لوگوں کو قومی طور پر نہایت حقیر اور ذلیل سمجھا کرتے تھے۔ کیونکہ مکہ والے لڑائی کے فن میں ماہر تھے۔ اور

مدینہ کے لوگ محض زراعت پیشہ تھے

جن کا کام یہ تھا کہ وہ ترکاریاں بوتے۔ باغات لگاتے اور کھیتوں میں کام کر کے اپنی معاش کا سامان پیدا کرتے۔ پس چونکہ وہ لڑائی بھڑائی میں ماہر نہیں تھے۔ اس لئے مکہ کے لوگ انہیں بہت ہی ادنےٰ اور ذلیل سمجھتے۔ مگر اللہ تعالےٰ نے جب ان پر عذاب الیم نازل کرنا چاہا۔ تو اس نے ان ادنیٰ اور ذلیل سمجھے جانے والے لوگوں میں سے بھی پندرہ پندرہ سال کے دو نوجوانوں کو جو خود اپنی قوم میں بھی ادنیٰ اور کمزور تھے۔ چنا۔ اور ان کے ہاتھوں ابوجہل کو زخمی کرایا۔ ان دو نوجوانوں میں سے ایک تو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس لئے لے لیا۔ کہ وہ لمبے قد کا مضبوط نوجوان تھا۔ اور دوسرے کو اس لئے کہ وہ رونے لگ گیا تھا۔ اور اس نے اصرار کیا۔ کہ میں ضرور ساتھ جاؤں گا۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے اس کو بھی ساتھ لے لیا۔

حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف

فرماتے ہیں۔ کہ بدر کے میدان میں جب کفار اور مسلمانوں کے لشکروں کی صفیں ایک دوسرے کے مقابلہ میں کھڑی ہوئیں۔ تو میں نے اس خیال سے کہ آج ایک بہت بڑی جنگ درپیش ہے۔ دیکھوں تو سہی۔ میرے دائیں بائیں کون ہیں۔ مُنہ موڑ کر جو دیکھا۔ تو مجھے نظر آیا۔ کہ میرے ایک طرف بھی ایک پندرہ سال کا چھوکرا ہے۔ اور دوسری طرف بھی پندرہ سال کا ایک چھوکرا۔ میں نے اپنے دل میں کہا۔ افسوس! آج میرا دل خراب ہو گیا۔ کیونکہ ایسی صورت میں جبکہ میرے دائیں بائیں مضبوط سپاہی نہیں ہیں۔ میں دلیری سے دشمن کی طرف نہیں بڑھ سکتا۔ کیونکہ

میری پیٹھ بچانے والا کوئی نہیں

جنگ کے موقعہ پر ہمیشہ قابل اور تجربہ کار سپاہی یہ خیال رکھا کرتے ہیں۔ کہ ان کے دائیں بائیں اچھے سپاہی ہوں۔ تا کہ جب وہ دشمن کی صفوں میں گھس جائیں۔ تو ان کی پیٹھ کی دشمن کے حملہ سے حفاظت ہو سکے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف نے بھی اسی خیال سے اپنے دائیں بائیں دیکھا۔ اور جب انہیں نظر آیا۔ کہ ان کے دائیں بائیں کوئی مضبوط سپاہی نہیں۔ بلکہ دو پندرہ پندرہ سال کے ناتجربہ کار لڑکے ہیں۔ تو ان کا دل بیٹھ گیا۔ اور انہوں نے کہا۔ افسوس آج میں کچھ نہیں کر سکوں گا۔ کیونکہ میرا دایاں اور بایاں پہلو مضبوط نہیں۔ وہ کہتے ہیں۔ یہ خیال ابھی میرے دل میں آیا ہی تھا۔ کہ دائیں طرف سے میرے پہلو میں ایک کہنی لگی۔ میں نے مڑ کر دائیں طرف کے لڑکے کی طرف دیکھا اور کہا۔ تم کیا کہتے ہو۔ وہ نہایت آہستگی سے تا کہ اس کا دوسرا ساتھی سُن نہ لے۔ کہنے لگا۔ وہ ابوجہل کونسا ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو بڑے دکھ دیا کرتا ہے۔ آج میں نے نیت کی ہوئی ہے۔ کہ اسے قتل کروں گا۔ حضرت عبدالرحمٰن رضؓ بن عوف کہتے ہیں۔ اس کا یہ فقرہ سُنکر میں حیران رہ گیا۔ اور حیرت زدہ ہو کر اس کا مُنہ دیکھنے لگ گیا۔ مگر ابھی میری اس حیرت کا اثر دُور نہیں ہُوا تھا۔ کہ مجھے بائیں طرف سے کہنی لگی۔ (وہ کہنی اس لئے مار تے تھے۔ تا ایک کی بات دوسرا ساتھی نہ سن سکے) حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کہتے ہیں۔ میں نے اپنا مُنہ دوسری طرف پھیرا اور پوچھا۔ کیا بات ہے۔ اس پر اس طرف جو لڑکا کھڑا تھا۔ اس نے آہستگی سے میرے کان میں کہا۔ چچا وہ ابوجہل کونسا ہے۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو دکھ دیا کرتا ہے۔ میری بڑی خواہش ہے۔ کہ میں اس کو قتل کروں۔ وہ کہتے ہیں۔ میں ان دونوں کی یہ بات سُنکر حیران رہ گیا۔ اور میں نے اپنے دل میں کہا۔ کہ میں ان کے متعلق کیا خیال کر رہا تھا۔ اور یہ کس نیت اور کس ارادے کے ماتحت یہاں آئے ہوئے ہیں۔ میں تو یہ سمجھ رہا تھا۔ کہ یہ میری پیٹھ بھی نہیں بچا سکیں گے۔ اور ان کی نیت وہ ہے۔ جس کا میں بھی اپنے دل میں خیال نہیں لا سکتا۔ کیونکہ ابوجہل کمانڈر انچیف تھا۔ اور وہ

قلب لشکر میں سازوسامان سے مسلّح سپاہیوں کے پہرہ میں

کھڑا تھا۔ اور اس تک پہنچنا نہایت ہی دشوار تھا۔ بہرحال وہ کہتے ہیں۔ میں نے خاموشی اور حیرت کے ساتھ اپنی انگلی اٹھائی۔ اور کہا۔ وہ جس کے سامنے دو نہایت تنومند اور مضبوط نوجوان ننگی تلواریں لئے پہرہ دے رہے ہیں۔ وہ ابوجہل ہے۔ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضؓ کہتے ہیں۔ یہ فقرہ میری زبان سے نکلا ہی تھا۔ کہ جس طرح باز چڑیا پر حملہ کرتا ہے۔ اسی طرح وہ دونوں نوجوان تلواریں کھینچ کر آگے بڑھے۔ اور آناً فاناً دشمنوں کی صفوں کو چیرتے ہوئے اس مقام پر پہنچ گئے۔ جہاں ابوجہل کھڑا تھا۔ اور جاتے ہی اس پر حملہ کر دیا۔ کفار اس اچانک حملہ سے کچھ گھبرا سے گئے۔ اور وہ پوری طرح مقابلہ نہ کر سکے۔ عکرمہ جو ابوجہل کے بیٹے تھے انہوں نے ایک نوجوان پر تلوار سے وار کیا۔ جس سے اس کا آدھا ہاتھ کٹ کر لٹک گیا۔ اس نے فوراً ہاتھ کے اس ٹکڑہ کو توڑ کر پرے پھینک دیا۔ اور آگے بڑھ کر دونوں نے ابوجہل کو زخمی کر کے زمین پر گرا دیا۔ مگر اسکی موت ابھی نہیں آئی تھی۔ یہ دونوں اسے سخت زخمی کر کے واپس آ گئے جب کفار کے لشکر کو شکست ہو گئی۔ تو حضرت عبداللہ بن مسعود رضؓ جو مہاجر تھے۔ اور کفار سے اچھی طرح واقف تھے۔ انہوں نے میدانِ جنگ کا یہ نظارہ دیکھنے کے لئے چکر کاٹا۔ کہ آج کفار

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پر کیا بنی ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ میں مُردوں اور زخمیوں کو دیکھتا جا رہا تھا۔ کہ ایک جگہ میں نے دیکھا ابوجہل زخموں کی شدت کی وجہ سے کراہ رہا ہے۔ میں نے اس سے کہا۔ سناؤ کیا حال ہے۔ وہ کہنے لگا سب نے مرنا ہے۔ میں بھی اب مر رہا ہوں۔ مگر مجھے

بڑا دکھ یہ ہے۔ کہ مدینہ کے دو چھوکروں نے مجھے مارا

یہ وہی اوائتنا بعذاب الیم کی دعا کا ظہور تھا۔ کہ مرتے وقت اس نے کہا۔ کہ مجھے بڑا دکھ یہ ہے۔ کہ مدینہ کے دو چھوکروں نے مجھے مارا۔ اگر مکہ کے اچھے خاندان کا کوئی مشہور سپاہی مجھے مارتا۔ تو ایسا دکھ نہ ہوتا۔ خیر عبد اللہ بن مسعود رضؓ کہتے ہیں۔ میں نے اس سے کہا۔ اچھا اب بتاؤ۔ کیا تمہارے دل میں کوئی خواہش تو نہیں؟ وہ کہنے لگا۔ مجھے اس وقت سخت تکلیف ہے۔ میری خواہش یہ ہے کہ تم مجھے قتل کر دو۔ مگر دیکھنا میری گردن ذرا لمبی کاٹنا۔ کیونکہ تم جانتے ہو۔ میں مکہ کا سردار ہوں۔ اور سردار کی گردن ہمیشہ لمبی کاٹی جاتی ہے۔ حضرت عبد اللہ بن مسعود رضؓ کہتے ہیں۔ میں نے اسے کہا۔ اب یہ تیری

آخری حسرت

بھی پوری نہیں ہو گی۔ اور میں تیری گردن سر کے قریب سے کاٹوں گا۔ چنانچہ انہوں نے اسکی گردن سر کے قریب سے کاٹی۔ اب دیکھو۔ ابوجہل نے جو عذاب مانگا تھا۔ وہ ابوجہل اور اسکی قوم دونوں پر نازل ہؤا۔ اور نہ صرف ایک بلکہ دونوں عذاب نازل ہوئے۔ مگر یہ عذاب جب نازل ہؤا۔ اس وقت محمد صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم ان میں موجود تھے۔ بلکہ اس جگہ موجود تھے۔ جہاں یہ عذاب اترا۔ اور اس گروہ کے قریب کھڑے تھے۔ جو اس عذاب کا نشانہ بنا۔ پھر

ماکان اللہ لیعذبہم و انت فیہم

کے یہ معنی کس طرح ہو سکتے ہیں۔ کہ جب نبی کسی جگہ موجود ہو۔ تو وہاں عذاب نازل نہیں ہؤا کرتا فیہم سے مراد آخر جسمانی قرب ہی ہو سکتا ہے۔ یہ تو نہیں ہو سکتا۔ کہ یہاں فیہم سے مراد روحانی قُرب لیا جائے۔ غرض اس فیہم سے مراد بہر حال جسمانی قُرب ہے۔ اور میں جیسا کہ بتا چکا ہوں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم کے

جسمانی قرب کے باوجود کفار پر عذاب آیا

اور عذاب بھی وہ آیا۔ جو آیت زیر بحث کے ساتھ ہی ہے۔

پھر ہم حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ کو دیکھتے ہیں۔ تو یہاں بھی ہمیں یہی نظر آتا ہے۔ کہ آپ کے زمانہ میں بلکہ آپ کے سامنے ایسے عذاب آئے۔ جو قومی تھے۔ مثلاً جب زلزلہ آیا۔ تو حضرت مسیح موعود علیہ السلام زندہ تھے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے

قادیان میں بھی زلزلہ آیا

اسی طرح جب طاعون آئی۔ تو قادیان میں بھی آئی۔ گو جیسا کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی پیشگوئی تھی۔ ایسی طاعون یہاں نہیں آئی۔ جو گھروں کو برباد کر دینے والی اور گاؤں کو اجاڑ دینے والی ہو۔ مگر بہر حال حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے سامنے یہاں طاعون آئی۔ اور یہ ایک عذاب تھا۔ جو اللہ تعالےٰ کی طرف سے لوگوں پر نازل ہؤا۔ ان حالات میں ماکان اللہ لیعذبہم و انت فیہم کے یہ معنی تو نہ ہوئے۔ کہ جب نبی کسی قوم میں موجود ہو۔ تو اس پر عذاب نازل نہیں ہوتا۔ کیونکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم میں موجود تھے۔ جبکہ اس پر عذاب نازل ہؤا۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم اپنی قوم میں موجود تھے۔ جبکہ اس پر عذاب نازل ہؤا۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام اپنی قوم میں موجود تھے۔ جبکہ اس پر عذاب نازل ہؤا۔ جیسے میں نے بتایا ہے۔ کہ قادیان میں زلزلہ بھی آیا۔ اور طاعون بھی آئی۔ اور یہ دونوں عذاب تھے۔ جن کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی کئی پیشگوئیاں تھیں۔ اس کے علاوہ اور بھی بعض عذاب نازل ہوئے ہیں۔ مگر یہ

دو موٹی مثالیں

ہیں۔ جن سے ہر شخص سمجھ سکتا ہے۔ کہ آپ کی موجودگی میں عذاب نازل ہوئے۔ اور اس مقام میں نازل ہوئے۔ جس میں آپ موجود تھے۔ پس معلوم ہؤا۔ کہ اس آیت کے یہ معنی تو نہیں کئے جا سکتے۔ کہ جب نبی کسی قوم میں موجود ہو۔ تو اس پر کسی قسم کا عذاب نہیں آ سکتا۔ پس لازماً اس کے کوئی اور معنے تلاش کرنے ہوں گے۔ اور کوئی ایسے معنی کرنے پڑیں گے۔ جن کے رو سے ہم یہ سمجھیں۔ کہ بعض قسم کے عذاب نبی کی موجودگی میں آ سکتے ہیں۔ اور بعض قسم کے عذاب نبی کی موجودگی میں نہیں آ سکتے۔ گویا ہمیں

عذاب کی تقسیم

کرنی پڑے گی۔ اس امر کو سامنے رکھ کر جب ہم غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں معلوم ہوتا ہے۔ کہ عذاب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک عذاب شخصی ہوتے ہیں۔ مثلاً کوئی دشمن شرارت میں بڑھ جاتا ہے۔ تو وہ ہلاک کر دیا جاتا ہے۔ اس قسم کے عذاب نبیوں کی موجودگی میں اور ان کے سامنے اکثر آتے رہتے ہیں۔ اور اس کا کوئی تعلق نبی کی موجودگی یا غیر موجودگی سے نہیں ہوتا۔ ایک فرد کے ساتھ یہ عذاب مخصوص ہوتا ہے۔ اور اس کے عذاب میں مبتلا ہونے سے نبی پر حرف نہیں آتا۔ بلکہ اسکی پیشگوئیاں پوری ہوتی ہیں۔ لیکن اس شخصی عذاب کے علاوہ ایک قومی عذاب ہؤا کرتا ہے۔ اس قومی عذاب میں سے بھی ایک قسم کا عذاب نبی کی موجودگی میں آ سکتا ہے۔ مگر ایک قسم کا نہیں آ سکتا۔ مثلاً ایسا عذاب جس میں

ساری قوم کی تباہی

مقصود نہ ہو۔ وہ نبی کی موجودگی میں بھی آ جاتا ہے جیسے اللہ تعالےٰ نے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو طاعون کی خبر دی۔ اب یہ ایک قومی عذاب ہے۔ جس کا خطرہ ہر شخص کو ہو سکتا ہے۔ یا زلزلہ ہے یہ بھی ایک قومی عذاب ہے۔ اس میں بھی ہر شخص کو یہ خطرہ ہوتا ہے۔ کہ کہیں میرا مکان نہ گر جائے۔ لیکن زلزلہ کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ اس کے آنے پر تمام لوگ مر جائیں۔ یا طاعون کے لئے یہ ضروری نہیں۔ کہ اگر وہ کہیں پھوٹے تو ایک متنفس کو بھی جیتا نہ چھوڑے۔ بڑی بڑی تباہیاں آتی ہیں۔ جن سے سینکڑوں لوگ مر جاتے ہیں۔ مگر ہزاروں بچ بھی جاتے ہیں۔ تم کبھی یہ نہیں دیکھو گے۔ کہ کہیں طاعون پڑے۔ اور تم لوگوں کو تعجب سے یہ کہتے سنو۔ کہ فلاں جگہ طاعون پڑی۔ اور اتنے لوگ بچ گئے۔ بلکہ تم اس بات پر تعجب کا اظہار کرتے دیکھو گے۔ کہ فلاں جگہ طاعون پڑی اور آدھے لوگ مر گئے۔ گویا مرنے والوں پر تعجب کا اظہار کیا جاتا ہے۔

بچنے والوں پر تعجب کا اظہار نہیں کیا جاتا

کیونکہ یہ ایک عام بات ہے۔ کہ تمام لوگ کبھی نہیں مرتے۔ کچھ نہ کچھ حصہ ضرور بچ جاتا ہے۔ ساری بستی کے لوگ مرتے آج تک کبھی نہیں دیکھے گئے۔ یہ تو ہو سکتا ہے۔ کہ بعض بستیاں بالکل اجڑ جائیں۔ مگر وہ ایسے نہیں اجڑتیں۔ کہ اس میں رہنے والے تمام لوگ مر جاتے ہیں بلکہ ایسے اجڑتی ہیں۔ کہ پچاس۔ ساٹھ یا سو مر جاتے ہیں۔ اور باقی ڈر کے مارے ادھر اُدھر بھاگ جاتے ہیں۔ بٹالہ کے قریب ہی دو تین میل ادھر ایک گاؤں تھا۔ جو طاعون کے حملہ سے بالکل اجڑ گیا۔ گو اب پھر آباد ہو گیا ہے۔ مگر اس گاؤں میں بھی یہ نہیں ہؤا تھا۔ کہ ہر شخص مر گیا ہو۔ بلکہ بہت سے مر گئے تھے۔ اور بہت سے گاؤں چھوڑ کر بھاگ گئے تھے۔ مگر یہ کہ کسی گاؤں کے سارے لوگ مر گئے ہوں۔ اس قسم کی کوئی مثال کم از کم میرے ذہن میں کوئی نہیں۔ اور اگر کہیں ایسا ہؤا بھی ہو گا۔ تو شاذو نادر کے طور پر ہؤا ہو گا۔ یہی حال زلزلہ کا ہے۔ اکثر زلزلے ایسے ہی ہوتے ہیں۔ جو ساروں کی تباہی کا موجب نہیں ہوتے۔ کچھ لوگ مرتے ہیں۔ تو کچھ بچ بھی جاتے ہیں۔

کوئٹہ کا زلزلہ

نہایت ہی شدید تھا۔ مگر پھر بھی کچھ لوگ بچ گئے۔ بہار کا زلزلہ نہایت خطرناک تھا۔ مگر اس زلزلہ میں بھی بعض لوگ محفوظ رہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں ہی جو زلزلہ آیا۔ اس سے بیس ہزار آدمی صرف کانگڑہ میں ہلاک ہوئے تھے۔ اور بعض قصبات میں ستر فی صدی تک لوگ ہلاک ہو گئے۔ مگر تیس فی صدی پھر بھی بچ گئے۔

پس اس قسم کے عذاب انبیاء کی موجودگی میں بلکہ ان کے سامنے بھی آ سکتے ہیں۔ اور اس میں اللہ تعالےٰ یہ فرق نہیں کرتا۔ کہ نبی موجود ہے۔ یا نہیں۔ ہاں نبیوں اور ان کی جماعت کو

دشمنوں کے مقابلہ میں زیادہ محفوظ

رکھتا ہے۔ جیسے زلزلہ آیا۔ تو خدا تعالےٰ نے قادیان کو اس کے نتیجہ سے بہت حد تک محفوظ رکھا۔ لیکن لاہور اور امرتسر میں بڑی موتیں ہوئیں سینکڑوں عمارتیں گر گئیں۔ اور سینکڑوں لوگ مر گئے۔ مگر قادیان کو خدا تعالےٰ نے اس قسم کی تباہی سے محفوظ رکھا۔ تو آگے پیچھے زلزلے آئے۔ ارد گرد زلزلے آئے۔ حتّٰی کہ قادیان میں بھی زلزلہ آیا۔ مگر بہت حد تک یہ مقام محفوظ رہا۔ اسی طرح طاعون کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ نہیں تھا۔ کہ قادیان اس کے حملہ سے بالکل محفوظ رہے گا۔ بلکہ یہ تھا۔ کہ بہت حد تک اس کے حملہ سے احمدی محفوظ رہیں گے۔ اور بہت حد تک اس کے حملہ سے قادیان بچا رہے گا۔ چنانچہ ایسا ہی ہؤا ارد گرد کے دیہات میں طاعون سے بڑی موتیں ہوئیں۔ کسی گاؤں کے چالیس لوگ مر گئے۔ کسی کے پچاس حتّٰی کہ میں نے بتایا ہے۔ ایک گاؤں بالکل اجڑ گیا۔ لیکن قادیان میں اس کا ایسا حملہ نہیں ہؤا۔ کہ ایک شور مچ جائے۔ اور لوگ گھبرا کر بھاگنے لگ جائیں زیادہ سے زیادہ یہاں

ایک یا دو فی صدی موتیں

ہوئیں۔ اسی طرح رسول کریم صلے اللہ علیہ و آلہٖ وسلم

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کے زمانہ میں کفار پر تلوار کے ذریعہ جو عذاب آیا۔ اس میں کچھ مسلمان بھی مارے گئے۔ فرق یہ تھا۔ کہ کفار کی تباہی بہت زیادہ ہوئی۔ اور مسلمانوں کی تباہی بہت کم۔ پھر کفار کو تو شکست ہوئی۔ اور مسلمانوں کو خدا تعالےٰ نے مال دیا۔ عزت دی۔ اور بالآخر فتح و کامرانی کے ساتھ وہ گھروں کو واپس لوٹے۔

پس کفار کو تو نقصان ہی نقصان ہوا۔ اور مسلمانوں کو نفع زیادہ ہوا۔ گو کسی قدر نقصان بھی ہوا۔ یہی وجہ ہے۔ کہ ایسی صورت میں انبیاء کی جماعتوں کو جو تکلیف پہنچا کرتی ہے۔ وہ عذاب نہیں ہوتا۔ کیونکہ عذاب تباہی کا موجب ہوتا ہے۔ اور یہاں اگر پانچ سات مسلمان مارے بھی گئے۔ تو اس کے نتیجہ میں مسلمانوں کو فتح عظیم حاصل ہوئی۔ پس پانچ سات آدمیوں کا مارے جانا نقصان کا نہیں۔ بلکہ کامیابی کا موجب ہوا۔ کیونکہ ان کی قربانیوں کے نتیجہ میں مسلمانوں کی شان و شوکت میں اضافہ ہوا۔ اور انہیں

کفار پر غلبہ و اقتدار حاصل ہوگیا

اسی طرح حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ میں طاعون پڑی۔ اور بعض احمدی بھی طاعون سے فوت ہوئے۔ قادیان میں بھی ایک دو احمدی طاعون سے شہید ہوئے۔ گو بعض لوگ شبہ کرتے ہیں۔ اور کہتے ہیں۔ کہ ان کو طاعون نہیں۔ کوئی اور مرض تھا۔ لیکن بہرحال اگر یہ تسلیم بھی کر لیا جائے۔ کہ وہ طاعون سے فوت ہوئے تو بھی احمدیوں میں سے تو صرف چند لوگ فوت ہوئے۔ مگر اس کے مقابلہ میں قادیان میں تین چار سال کے عرصہ میں سینکڑوں آدمی دوسروں کے مرے۔ باہر بھی اسی طرح ہوا۔ کہ احمدی تو بہت قلیل تعداد میں فوت ہوئے۔ مگر دوسرے لوگوں میں

اموات کی تعداد لاکھوں تک

پہنچ گئی۔

پھر یہ بھی تو دیکھنا چاہیئے۔ کہ آٹھ دس سال کے عرصہ میں اگر سو ڈیڑھ سو احمدی طاعون سے فوت ہوئے ہیں۔ تو طاعون کی وجہ سے کتنے احمدی احمدیت میں داخل ہوئے یقیناً ہزاروں ایسے لوگ ہیں۔ جو طاعون کی وجہ سے ہماری جماعت میں شامل ہوئے اور ان کے لئے

احمدیت قبول کرنے کا محرک

یہی نشان ہوا۔ جو طاعون کی صورت میں دنیا پر ظاہر ہوا تھا۔ انہوں نے جب چاروں طرف موت دیکھی۔ تو انہوں نے سمجھ لیا۔ کہ حضرت مرزا صاحب کی پیشگوئی پوری ہو گئی۔ اور انہوں نے ضروری سمجھا۔ کہ آپ کی بیعت کر لیں۔ چنانچہ ان دنوں اس کثرت سے بیعت کے خطوط آیا کرتے تھے۔ کہ ہر ڈاک میں ستر۔ اسی۔ سو بلکہ ڈیڑھ ڈیڑھ سو لوگوں کے بیعت کے خط ہوتے۔ بلکہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرمایا کرتے تھے ہماری جماعت میں دو قسم کے لوگ ہیں۔ ایک تو وہ ہیں۔ جو سارے نشانوں کو دیکھ کر احمدی ہوئے۔ اور ایک

طاعونی احمدی

ہیں۔ جو اکیلا طاعون کا نشان دیکھ کر احمدی ہوئے۔ اور فرمایا کرتے تھے۔ کہ طاعونی احمدیوں کی تعداد دوسرے سارے نشانوں کو دیکھ کر احمدی ہونے والوں کی تعداد سے زیادہ ہے۔

اب بتاؤ۔ ہماری جماعت میں سے اگر آٹھ دس سال کے عرصہ میں سو ڈیڑھ سو آدمی طاعون سے مر بھی گیا۔ تو اس سے احمدیوں کو نقصان کیا پہنچا؟

پس جو احمدی مرے۔ ان کے متعلق ہم یہ نہیں کہہ سکتے۔ کہ وہ عذاب سے ہلاک ہوئے۔ بلکہ ہم کہیں گے۔ کہ سنت اللہ کے ماتحت ایک وبا سے جہاں اور لوگ ہلاک ہوئے۔ وہاں بعض احمدی بھی فوت ہو گئے۔ مگر غیر احمدیوں کی طاعون سے تباہی کو ہم عذاب کہیں گے۔ کیونکہ وہ مرے بھی زیادہ۔ اور پھر ان کے آدمی بھی کٹ کر ہم میں آملے۔ گویا انہیں دو رنگ میں تباہی ہوئی۔ اور ہمیں دو رنگ میں فائدہ پہنچا۔ ان کے آدمی بھی زیادہ مرے۔ اور پھر زندہ رہنے والوں میں سے بھی بہت سے ہم میں آملے۔ اور ہمارے آدمی بھی کم مرے۔ اور ہماری جماعت میں غیر لوگ داخل بھی بہت ہوئے۔

پس احمدیوں پر جو موت آئی۔ وہ ایک ابتلاء تھا۔ اور غیروں پر جو موت آئی وہ ایک عذاب تھا۔ غرض اس قسم کے عذاب نبیوں کی موجودگی میں آسکتے ہیں۔ ہاں

ایک اور قسم کا عذاب نبی کے سامنے نہیں آسکتا

اور وہ عذاب وہ ہوتا ہے۔ جب ساری بستی کو تباہ و برباد کرنا مقصود ہوتا ہے۔ جیسے حضرت نوح علیہ السلام کے زمانہ میں جب طوفان کا عذاب آیا۔ تو اس وقت منشاء الٰہی یہی تھا۔ کہ آپ اور آپ کی جماعت کے سوا جس قدر لوگ ہیں۔ وہ سب غرق کر دیئے جائیں۔ جس کا سامان اللہ تعالےٰ نے یہ کیا۔ کہ حضرت نوح علیہ السلام کو ایک کشتی تیار کرنے کا حکم دیا۔ جس میں آپ اور آپ کے ساتھی سوار ہو کر بچ گئے۔ اور باقی سب غرق ہو گئے۔ یا اسی طرح

حضرت یونس علیہ السلام

کی قوم پر جب عذاب آیا۔ تو اس وقت اللہ تعالےٰ کا یہی فیصلہ تھا۔ کہ سب تباہ کر دیئے جائیں۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو حکم دیا۔ کہ اس بستی سے نکل جائیں۔ گو بعد میں وہ لوگ توبہ کی وجہ سے خدا تعالےٰ کے عذاب سے بچ گئے۔ مگر بہرحال فیصلہ الٰہی یہی تھا۔ کہ اگر عذاب نازل ہوتا۔ تو سب تباہ کر دیئے جاتے۔ اسی لئے اللہ تعالےٰ نے حضرت یونس علیہ السلام کو وہاں سے نکل جانے کا حکم دے دیا تھا۔ اسی طرح لوط علیہ السلام کو اللہ تعالےٰ نے حکم دیا۔ کہ اس بستی سے چلے جاؤ۔ کیونکہ لوط ؑ کی ساری بستی کے متعلق اللہ تعالےٰ کا یہ فیصلہ تھا۔ کہ اس کا تختہ الٹ دیا جائے گا۔ اور ان میں سے ایک بھی زندہ نہیں بچے گا۔ پس جب وہ عذاب آتا ہے۔ جس میں صرف نبیوں اور ان کی جماعتوں نے ہی بچنا ہوتا ہے۔ باقی سب کے متعلق یہی فیصلہ ہوتا ہے۔ کہ وہ تباہ کر دیئے جائیں۔ تو اس وقت انبیاء اور ان کی جماعتوں کو الگ کر لیا جاتا ہے۔ اور ایسے سامان پیدا کر دیئے جاتے ہیں۔ کہ جن کے نتیجہ میں باقی جس قدر لوگ ہوتے ہیں۔ وہ تباہ ہو جاتے ہیں۔

کوئی کہہ سکتا ہے۔ ایسے موقعوں پر بھی خدا تعالےٰ کو یہ کیا ضرورت ہے۔ کہ وہ انبیاء کو کسی اور جگہ چلے جانے کا حکم دے۔ اور وہ دوسرے لوگوں میں رہتے ہوئے بھی ان کو بچا سکتا ہے۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ یہ امر

اللہ تعالےٰ کی سنت

اور اس کے قانون کے خلاف ہے۔ اور اگر اللہ تعالےٰ ایسا ہی کرتا۔ تو اس کا مطلب یہ ہوتا۔ کہ مثلاً حضرت لوط اور ان کے ساتھی جب اپنی بستی ہی میں رہتے۔ اور عذاب کا وقت آجاتا۔ تو اللہ تعالےٰ اور لوگوں کو ہلاک کرنے کے لئے تو زمین کا تختہ الٹ دیتا۔ اور کروڑوں من مٹی ان پر گرا کر انہیں تباہ کر دیتا۔ جس قدر درخت تھے۔ وہ گر جاتے۔ جس قدر باغات تھے۔ وہ اجڑ جاتے۔ جس قدر کنوئیں تھے۔ وہ برباد ہو جاتے۔ اور جس قدر مکانات تھے۔ وہ پیوند خاک ہو جاتے مگر جب وہی مٹی جس کے نیچے دب کر اور لوگ ہلاک ہوئے۔ حضرت لوط ؑ اور ان کے ساتھیوں پر گرتی۔ تو انہیں یوں محسوس ہوتا۔ کہ گویا

روئی کے گالے

گر رہے ہیں۔ یا حضرت نوح ؑ کے زمانہ میں جب طوفان آتا۔ تو سینکڑوں میل سیلاب ہی سیلاب ہوتا۔ مکانات ڈوبے ہوئے ہوتے۔ درختوں کی چوٹیوں تک پانی پہنچا ہوا ہوتا۔ مگر جب وہ پانی حضرت نوح ؑ اور ان کے ساتھیوں تک پہنچتا۔ تو ان کے اردگرد حلقہ بنا لیتا۔ اور وہ خشکی میں بیٹھے رہتے۔ اب ایک طرف نو کئی سو فٹ بلند پانی کی دیواریں کھڑی ہوتیں۔ کیونکہ قرآن کریم سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ یہ طوفان پہاڑ کی چوٹیوں تک پہنچ گیا تھا۔ مگر درمیان میں دس فٹ کی جگہ خالی ہوتی۔ جس میں حضرت نوح ؑ اور ان کے ساتھی بیٹھے ہوئے ہوتے۔ یا پھر یہ صورت ہوتی۔ کہ طوفان بے شک سب جگہ آجاتا۔ مگر حضرت نوح اور ان کے ساتھی پانی پر اسی طرح چلتے پھرتے۔ جس طرح خشکی پر چلا جاتا ہے۔ اور ان کا تمام سامان بھی پانی پر اسی طرح محفوظ رہتا۔ جس طرح خشکی پر رہتا ہے۔ اور یا پھر یہ صورت تھی۔ کہ ان کے مکانات پانی پر تیرنے لگ جاتے۔ اور وہ اپنے مکانوں میں مزے سے بیٹھے رہتے۔ مگر

اس قسم کے معجزے خدا تعالیٰ کبھی نہیں دکھاتا

کیونکہ اس طرح نہ صرف اس کے قانون کی ہتک ہے۔ بلکہ اس کے نتیجہ میں وہ غیب کا پردہ بھی اٹھ جاتا ہے۔ جس کا ایمانیات کے سلسلہ میں موجود رہنا ضروری ہے۔ پس جب بھی ایسا عذاب آئے۔ اللہ تعالےٰ اپنے انبیاء کو الگ کر لیا کرتا ہے۔ جیسے اللہ تعالےٰ نے حضرت لوط علیہ السلام سے کہا۔ کہ اس بستی کو چھوڑ دو۔ اور جب انہوں نے اسے چھوڑ دیا۔ تو وہ تباہ کر دی گئی۔ کیونکہ اس وقت اس قوم پر ایک ایسا عذاب نازل ہونے والا تھا۔ جو نبی کی موجودگی میں نہیں آسکتا تھا۔ یہ معنی جو میں نے کئے ہیں۔ یہ بالکل

درست اور واقعات کے مطابق

ہیں۔ مگر زیر بحث آیت میں یہ معنی بھی مراد نہیں ہو سکتے۔ کیونکہ نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موجودگی میں اور نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کی عدم موجودگی میں مکہ پر کوئی ایسا عذاب آیا۔ جس سے وہ نعوذ باللہ کلیۃً تباہ ہو گیا ہو۔ بلکہ اس قسم کے عذاب کا مکہ کے متعلق امکان بھی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

نہیں ہو سکتا تھا۔ کیونکہ مکہ کے متعلق اللہ تعالیٰ کا یہ وعدہ ہے۔ کہ اسکی عزت کو ہمیشہ قائم رکھا جائے گا۔ اور وہاں حاجی ہمیشہ حج کے لئے جاتے رہیں گے۔ پس جب خدا نے کہا۔ کہ ماکان اللہ لیعذبھم وانت فیھم تو ایک ہی عذاب ایسا ہو سکتا تھا۔ جو نبی کی عدم موجودگی میں آسکتا تھا۔ مگر وہ عذاب ایسا ہے۔ جو مکہ میں کسی صورت میں نہیں آسکتا۔ کیونکہ اسکی حفاظت کا خدا تعالےٰ کی طرف سے اول حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ سے اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ سے وعدہ کیا ہوا ہے۔ پس اس آیت میں نہ تو ایسے عذابوں کا ذکر ہے۔ جو نبی کی موجودگی میں آسکتے ہیں۔ کیونکہ ایسے عذاب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر آئے۔ اور نہ ایسے عذابوں کا اس میں ذکر ہے۔ جو نبی کی موجودگی میں نہیں آسکتے۔ یعنی جن سے کفار اور ان کے مقامات کو کلی طور پر تباہ کر دیا جاتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کی تباہی مکہ پر آہی نہیں سکتی تھی۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر اس آیت کے معنی کیا ہوئے؟

یہ سوال نہایت اہم ہے۔ اور ایسے سوالات میں سے ہے۔ جو ان ہی لوگوں کے دلوں میں پیدا ہوا کرتے ہیں۔ جو قرآن کریم پر غور کرنے کے عادی ہیں۔ چنانچہ مدت ہوئی۔ میرے دل میں بھی یہ سوال پیدا ہوا۔ کہ یہ عجیب بات ہے۔ کہ عذاب کی جو دو قسمیں ہیں۔ ان دونوں قسموں میں سے کسی ایک پر بھی یہ آیت چسپاں نہیں ہوتی۔ کیونکہ شخصی عذاب یا ایسے قومی عذاب جن سے ساری قوم یا بستی تباہ نہیں کی جاتی۔ وہ اس آیت میں اس وجہ سے مراد نہیں۔ کہ اس قسم کے عذاب اہل مکہ پر آئے۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں موجود تھے۔ حالانکہ خدا یہ کہتا ہے۔ کہ تیری موجودگی میں عذاب ان پر نہیں آسکتا۔ اسی طرح وہ عذاب بھی مراد نہیں جو بعض پہلے انبیاء کی قوموں پر آئے۔ جن سے اللہ تعالےٰ نے ساری قوم اور شہر کو تباہ کر دیا۔ کیونکہ

مکہ کی تقدیس

اس بات کا تقاضا کرتی تھی۔ کہ وہاں اس قسم کا عذاب نہ آئے۔ اور پھر اللہ تعالےٰ کا یہ وعدہ کہ وہ مکہ کو قیامت تک عزت کے ساتھ قائم رکھے گا۔ اس بات کا یقینی ثبوت تھا۔ کہ ایسا عذاب مکہ پر نہیں آسکتا۔ نہ اس وقت جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس میں موجود ہوں۔ اور نہ اس وقت جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس میں موجود نہ ہوں۔ کیونکہ مکہ نے خدا کے فضل سے کبھی تباہ ہونا ہی نہیں۔ اور اس کے متعلق پہلی کتابوں میں بھی کئی پیشگوئیاں تھیں۔ خود رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی پیدائش کے بالکل قریب اللہ تعالےٰ نے مکہ کو جو محفوظ رکھا۔ وہ بھی اسی پیشگوئی اور وعدے کے مطابق تھا۔ میری مراد ابرہہ کے حملہ سے ہے۔ جب وہ حملہ کے ارادہ سے آیا ہے۔ تو بعض لوگ کہتے ہیں۔ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسوقت پیدا ہو چکے تھے۔ صرف چالیس پچاس دن کے تھے۔ اور بعض کہتے ہیں کہ آپؐ ابھی پیدا نہیں ہوئے تھے۔ بہرحال وہ آپؐ کی نبوت کا زمانہ نہیں تھا۔ سورۂ فیل میں اللہ تعالےٰ نے اس واقعہ کا ذکر کیا ہے۔ ابرہہ جب لشکر لے کر آیا۔ تو اللہ تعالےٰ نے اس پر ایسا عذاب نازل کیا۔ کہ لشکر میں چیچک پھوٹ پڑی۔ اور چند دنوں میں ہی ہزاروں آدمی مر گئے۔ وہ قوم چونکہ مشرک تھی۔ اسلئے موتوں کی کثرت کو دیکھ کر بھاگ نکلی۔ اور ہزاروں لاشیں ان کی وہاں پڑی رہیں۔ جن کی بوٹیاں چیلوں اور گدھوں نے کنکروں اور پتھروں پر مار مار کر کھائیں۔ تو قرآن کریم میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ذریعہ یہ خبر دی جا چکی ہے۔ کہ

مکہ تباہ نہیں ہوگا

بلکہ ہمیشہ امن کا مقام رہے گا۔ اب جس مقام کے متعلق حضرت ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا۔ کہ وہاں امن رہے گا۔ اور جس مقام کے متعلق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا۔ کہ وہ کبھی تباہ نہیں ہوگا۔ اس مقام پر جب وہ عذاب آہی نہیں سکتا۔ جو انبیاء کی عدم موجودگی میں آیا کرتا ہے۔ تو سوال پیدا ہوتا ہے۔ کہ پھر اس آیت سے مراد کیا ہے؟

جب یہ سوال ہمارے سامنے آتا ہے۔ تو اس کے ساتھ ہی ایک اور صورت ہمارے ذہن میں آجاتی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس سے مراد آیا کوئی ایسا عذاب تو نہیں۔ جس کے متعلق یہ پیشگوئی ہو۔ کہ وہ اہل مکہ پر اس وقت تک نہیں آسکتا۔ جب تک محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں موجود ہوں جیسا کہ میں بتا چکا ہوں۔ عام عذاب نبی کی موجودگی میں بھی آسکتے ہیں۔ اور وہ خاص عذاب جس کے نتیجہ میں کسی قوم کی کلی ہلاکت مقدر ہو۔ وہ اس وقت تک نہیں آسکتا۔ جب تک نبی کسی علیحدہ مقام میں نہ چلا جائے۔ مگر اس قسم کا عذاب مکہ پر کسی صورت میں بھی نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ مکہ کی حفاظت کا خدا تعالےٰ کی طرف سے وعدہ تھا۔

پس اب یہی صورت رہ جاتی ہے۔ کہ اس عذاب سے کوئی ایسا عذاب مراد ہو۔ جو مکہ پر آتو سکتا تھا۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں نہیں آسکتا تھا۔ کیونکہ پیشگوئیوں کے رو سے وہ عذاب اسی صورت میں آسکتا تھا۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم وہاں نہ ہوں۔ اسکی ایسی ہی مثال ہے۔ جیسے کوئی نبی کسی کے متعلق کہہ دے۔ کہ فلاں شخص کی موت میرے مرنے کے بعد ہوگی۔ اب محض اسکی موت سے یہ پیشگوئی سچی ثابت نہیں ہوگی۔ بلکہ پیشگوئی اس وقت سچی ثابت ہوگی۔ جب اسکی موت اس نبی کی وفات کے بعد ہو۔ اسی طرح جب کسی خاص عذاب کے متعلق کہا جائے۔ کہ وہ نبی کی موجودگی میں نہیں آسکتا۔ تو وہ اسی صورت میں

نبی کی صداقت کا ثبوت

بن سکتا ہے۔ جب نبی کی عدم موجودگی میں آئے۔ اور اگر اسکی موجودگی میں آجائے۔ تو وہ اسکی صداقت کا نشان نہیں بن سکے گا۔ پس اس صورت کے ماتحت ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آیا مکہ والوں کے لئے کوئی ایسا عذاب مقدر تھا۔ جس کی شرط یہ تھی۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس وقت مکہ میں موجود نہیں ہوں گے۔ تب عذاب آئے گا۔ ورنہ جب تک آپ ان میں موجود رہیں گے۔ وہ عذاب نہیں آئے گا۔ یہ بات معلوم کرنے کے لئے جب ہم انہی آیتوں پر جو میں نے ابھی تلاوت کی ہیں۔ غور کرتے ہیں۔ تو انہی میں ہمیں اسکی طرف راہنمائی حاصل ہو جاتی ہے۔ چنانچہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ واذ یمکربک الذین کفروا کہ اس وقت کو یاد کرو۔ جب مکہ کے کافر تیرے متعلق تدبیریں کر رہے تھے۔ لیثبتوک تاکہ وہ تجھے قید کر دیں۔ او یقتلوک یا تجھے قتل کر دیں۔ او یخرجوک یا تجھے شہر میں سے نکال دیں۔ یہ وہ تین تدبیریں تھیں۔ جو کفار مکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے متعلق کر رہے تھے۔ کہ یا وہ آپ کو قید کر دیں۔ یا قتل کر دیں۔ یا اپنے شہر سے نکال دیں۔ اگر آپ کو وہ قید کر دیتے۔ تو بھی آپ مکہ میں ہی رہتے۔ اور اگر قتل کر دیتے۔ تو پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم دنیا میں کہیں بھی نہ ہوتے۔ نہ مکہ میں ہوتے نہ کہیں اور بلکہ آپ فوت ہو چکے ہوتے۔ البتہ تیسری صورت یہ تھی۔ کہ وہ آپؐ کو مکہ سے نکال دیں۔ اور آپؐ کو مجبور ہو کر کسی اور جگہ جانا پڑے۔ اس صورت میں بے شک اہل مکہ پر وہ عذاب آسکتا تھا۔ جس کا آنا اس وقت مقدر تھا۔ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں موجود نہ ہوں۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ چونکہ ہماری بعض پیشگوئیوں میں یہ خبر آچکی تھی۔ کہ لوگ تجھے اپنے وطن سے نکال دیں گے۔ اسلئے

قید اور قتل والی تدبیریں

ہمارے مقصد کو حل نہیں کرتی تھیں۔ بلکہ اخراج والی صورت ہی ایسی تھی۔ جس سے ہماری پیشگوئی پوری ہو سکتی تھی۔ اگر وہ قتل کر دیتے۔ تو سلسلہ ہی تباہ ہو جاتا۔ اور وہ غرض فوت ہو جاتی۔ جس کے لئے ہم نے تجھ کو مبعوث فرمایا تھا۔ اور اگر تجھ کو قید کر دیتے۔ تو بھی تو مکہ میں ہی تھا۔ مکہ سے باہر نہ جاتا۔ صرف ایک ہی صورت تھی۔ جس سے ہماری پیشگوئی پوری ہو سکتی تھی۔ اور وہ یہ کہ وہ تجھے یہاں سے نکال دیتے۔ چنانچہ فرمایا۔ ویمکرون ویمکر اللہ وہ اپنی تدبیریں کر رہے تھے۔ کہ تجھے قید کر دیں یا قتل کر دیں۔ یا یہاں سے نکال دیں۔ اور خدا کی تدبیریں انہیں اس طرف چلا رہی تھیں۔ کہ پہلی دو باتوں کے لئے ان کی کوششیں ناکام رہیں۔ لیکن آخری صورت پر جو اخراج والی ہے۔ وہ عمل کریں۔ واللہ خیر الماکرین۔ اور آخر خدا کی تدبیر ہی غالب آئی۔ اور انہیں اس بات کی توفیق نہ ملی۔ کہ وہ آپؐ کو قید کر دیں۔ اور نہ انہیں اس بات کی توفیق ملی۔ کہ وہ آپؐ کو قتل کر دیں۔ گو یہ دونوں باتیں ان کے لئے زیادہ آسان تھیں۔ بلکہ

ان کی تمام کوششوں کا نتیجہ

آخری امر نکلا۔ یعنی رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم مدینہ سے نکلنے پر مجبور ہو گئے۔ اور آپؐ کے مکہ سے نکلنے پر کفار خوش ہو گئے۔ کہ چلو اچھا ہوا۔ مصیبت ٹل گئی۔ اور ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ انہوں نے سوچا ہم چاہتے تھے۔ کہ اسے قید کر دیں۔ مگر ایسا نہ کر سکے۔ پھر ہم چاہتے تھے۔ کہ اسے قتل کر دیں۔ مگر ایسا بھی نہ کر سکے۔ پھر ہم چاہتے تھے۔ کہ اسے اپنے شہر سے باہر نکال دیں۔ تا اس کا اثر ہمارے نوجوانوں پر نہ پڑے۔ اور باہر سے آنے والے حاجی اس کے اثر کو قبول نہ کریں۔ اور ہم اس مقصد میں کامیاب ہو گئے۔ لیکن اللہ تعالےٰ جانتا تھا۔ کہ ان کی خوشی باطل ہے۔ اور یہ کہ درحقیقت انہوں نے خدا تعالےٰ کی پیشگوئی کو پورا کرنے کے سامان پیدا کئے ہیں۔ قرآن کریم میں بھی اللہ تعالےٰ ایک اور مقام پر ان الفاظ میں ذکر فرماتا ہے۔ ان الذی فرض علیک القرآن لرادک الی معاد (قصص ع ۹) یعنی ہمیں اپنی ذات ہی کی قسم وہ جس نے تجھ پر قرآن کے احکام فرض کئے ہیں۔ ایک دن پھر تجھے اس مرجع عالم مقام یعنی مکہ کی

Digitized by Khilafat Library Rabwah

طرف واپس لے آئے گا۔ سورہ قصص مکی ہے۔ پس اس آیت میں اول ہجرت اور پھر مکہ میں کامیاب داخلہ کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔ اسی طرح سورہ بلد میں اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ لا اقسم بھذا البلد و انت حلّ بھذا البلد (سورۃ البلد ۱۶) یعنی کفار اپنے وعدوں میں جھوٹے ہیں۔ اور اس کے ثبوت میں ہم شہادت کو پیش کرتے ہیں۔ مکہ شہر کو اس حالت میں کہ تو پھر اس شہر میں کامیاب طور پر داخل ہوگا۔ ان آیات سے ہجرت اور پھر دوبارہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کا مکہ میں داخلہ ثابت ہے۔ اور اس کے سوا اور کئی آیات اس مضمون پر دلالت کرتی ہیں۔ کتب سابقہ میں بھی یہ پیشگوئی موجود ہے۔ چنانچہ یسعیاہ باب ۲۱ میں لکھا ہے۔ "عرب کی بابت الہامی کلام۔ عرب کے صحرا میں تم رات کو کاٹو گے۔ اے ددانیوں کے قافلو۔ پانی لے کے پیاسے کا استقبال کرنے آو۔ اے تیما کی سرزمین کے باشندو۔ روٹی لے کے بھاگنے والے کے ملنے کو نکلو۔ کیونکہ وے تلواروں کے سامنے سے ننگی تلوار سے اور کھینچی ہوئی کمان سے اور جنگ کی شدت سے بھاگے ہیں۔ کیونکہ خداوند نے مجھ کو یوں فرمایا۔ ہنوز ایک برس ہاں مزدور کے سے ٹھیک ایک برس میں قیدار کی ساری حشمت جاتی رہے گی۔ اور تیر اندازوں کے جو باقی رہے۔ قیدار کے باقی لوگ گھٹ جائیں گے کہ خداوند اسرائیل کے خدا نے یوں فرمایا" (آیت ۱۳ تا ۱۷)

اس پیشگوئی میں

ہجرت اور جنگ بدر کا نقشہ

کھینچا گیا ہے۔ اول تو رسول کریم کے مکہ سے ہجرت کرکے مدینہ میں جانے کی خبر دی گئی ہے اور پھر بتایا ہے۔ کہ اس کے ایک سال بعد آپؐ کے اور آپؐ کے دشمنوں کے درمیان جنگ ہوگی۔ جس میں دشمن شکست کھائیں گے۔ اور بھاگ نکلیں گے۔ اور وہ جو محمد رسول اللہؐ پر آپ کے بھاگ جانے کا الزام لگاتے تھے۔ اپنے لاؤ لشکر کی موجودگی میں پیٹھ دکھائیں گے۔ اور پھر اس حال میں کہ کمانڈر اور ان کے جرنیلوں کی لاشیں میدانِ جنگ میں پڑی رہ جائیں گی اور آخر وادی مکہ اپنے جرنیلوں کو کھو کر اپنی اس شوکت کو کھو بیٹھے گی۔ جو اس سے پہلے اسے حاصل تھی۔

اسی طرح تورات میں یہ پیشگوئی تھی۔ کہ محمد رسول اللہ مکہ سے نکالے جا کر پھر فاتحانہ مکہ میں داخل ہوں گے۔ چنانچہ استثنا باب ۳۳ میں لکھا ہے:۔ "فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور اس کے داہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کے لئے تھی" آیت ۲۔ فاران کے پہاڑ مکہ کے گرد کے پہاڑ ہیں۔ اور فاران کی وادی مکہ کی وادی ہے۔ پس اس پیشگوئی میں بتایا گیا ہے۔ کہ محمد رسول اللہ دس ہزار کے لشکر کے ساتھ مکہ میں اس طرح داخل ہوں گے۔ کہ ان کے داہنے ہاتھ میں آتشی شریعت ہوگی۔ آتشی شریعت سے مراد دلوں کو صاف کرنے والی شریعت بھی ہو سکتی ہے۔ اور موقع کے مناسب اس کے معنے تلوار کے بھی ہو سکتے ہیں۔ کہ جب مکہ والے قرآن کی حکومت کو جو رحمت کا پیغام تھا۔ قبول نہ کریں گے۔ بلکہ اسے مٹانے کی کوشش کریں گے۔ تو پھر اللہ تعالےٰ محمد صلعم رسول اللہ کے ہاتھ میں آتشی شریعت یعنی تلوار دے گا۔ اور آخر مکہ کے لوگ تلوار کے آگے اپنے سر جھکا دیں گے۔ ان پیشگوئیوں سے ظاہر ہے۔ کہ محمد رسول اللہؐ کے مکہ سے نکل جانے کے بعد مکہ والوں پر یہ عذاب آنا تھا۔ کہ ان کی حکومت جاتی رہنی تھی۔ اور ان کے بڑے بڑے سرداروں نے مارا جانا تھا۔ میرے نزدیک ما کان اللہ لیعذبھم و انت فیھم میں اسی عذاب کی طرف اشارہ ہے۔ اور اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ کفار محمدؐ رسول اللہ کو نکال کر خوش تھے کہ ہم نے محمد رسول اللہ کو مکہ سے نکال کر نعوذ باللہ ذلیل کر دیا۔ مگر درحقیقت انہوں نے اپنے پیروں پر خود کلہاڑی ماری ہے۔ اور اپنے لئے عذاب کا راستہ کھول دیا ہے۔ چنانچہ اس کا پہلا ظہور ابوجہل کی بد دعا سے جسے اس آیت سے پہلے نقل کیا گیا ہے۔ اور پھر اس کے پورا ہونے سے ہوا ہے۔ اور بقیہ ظہور بعد میں ہوں گے بائیبل میں جو پیشگوئی ہے۔ اس میں بھی بھاگنے والے کے الفاظ ہیں۔ اور بھاگا وہیں سے جاتا ہے۔ جہاں لوگ ظلم و ستم کر رہے ہوں۔ اور امن و آرام کے ساتھ رہنے نہ دیتے ہوں۔ اسی طرح رگ وید میں بھی یہ پیشگوئی کی گئی تھی۔ کہ دو بھاگنے والے بھاگیں گے۔ اور خدا ان کی حفاظت کرے گا۔ جس سے مراد رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ تھے بس

یہ پیشگوئی متعدد کتابوں میں

پائی جاتی تھی۔ کہ ایک عظیم الشان نبی آئے گا۔ بلکہ تورات میں تو عرب کا نام بھی لیا گیا ہے۔ اور کہا گیا ہے۔ کہ وہ نبی عرب میں آئے گا۔ پھر اس کے شہر کے لوگ اس پر ظلم کریں گے۔ اور اسے وہاں سے بھاگنا پڑے گا۔

اس پیشگوئی کا اس امر سے بھی ثبوت ملتا ہے۔ کہ جب رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پر پہلی دفعہ وحی نازل ہوئی۔ تو آپؐ گھبرا گئے۔ اور آپؐ نے حضرت خدیجہ رضی اللہ عنہا سے اس کا ذکر کیا۔ وہ آپؐ کو اپنے چچا زاد بھائی ورقہ بن نوفل کے پاس لے گئیں۔ جو صحف انبیاء سے خوب واقف تھا۔ اور کہا۔ کہ ان کے پاس اپنی حالت کا ذکر کریں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جب انہیں باتیں بتائیں۔ کہ کس طرح ان پر وحی نازل ہوئی ہے۔ تو ورقہ بن نوفل نے کہا۔ کاش میں اس وقت جوان ہوتا۔ اذ یخرجک قومک۔ جب تیری قوم تجھے مکہ سے نکال دے گی۔ اس سے معلوم ہوتا ہے۔ کہ صحف سابقہ کی یہ پیشگوئیاں ان کے ذہن میں تھیں۔ کہ عرب میں ایک عظیم الشان نبی پیدا ہوگا۔ جسے اس کی قوم کے لوگ اپنے شہر میں سے نکال دیں گے۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم نے جب یہ بات سنی۔ تو آپؐ سخت حیران ہوئے۔ کیونکہ اس وقت تک ابھی آپؐ نے کوئی دعویٰ نہیں کیا تھا۔ اور سارا عرب آپؐ کو راستباز اور امین سمجھتا اور آپؐ کو عزت کے مقام پر بٹھاتا تھا۔ چنانچہ اسی حیرت کے عالم میں آپؐ نے ورقہ بن نوفل سے کہا۔ اَوَمخرجی ھم کیا میری قوم مجھے نکال دے گی۔ انہوں نے کہا۔ ہاں ضرور نکال دیگی۔ تو یہ ایک ایسی پیشگوئی تھی۔ جو

متعدد بار الٰہی کتابوں میں

آ چکی تھی۔ اور اسکی طرف پہلے ہی واقف لوگوں کے ذہن منتقل تھے چنانچہ ورقہ بن نوفل نے اپنی گفتگو میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کا نام بھی لیا۔ اور کہا یہ وہی ناموس ہے۔ جو موسیٰ پر وحی لایا کرتا تھا۔ تو پہلی کتابوں میں نہایت وضاحت کے ساتھ اس پیشگوئی کا ذکر تھا۔ کہ عرب میں ایک عظیم الشان نبی آئیگا جو موسیٰ کا مثیل ہوگا۔ اسکی قوم کے لوگ اسے اپنے شہر سے نکال دیں گے۔ پھر وہ کسی اور مقام میں پناہ لے گا۔ اور وہاں سے طاقت حاصل کرکے مکہ کو فتح کرے گا۔ قرآن کریم میں بھی لرآدک الی معاد اور انت حل بھذا البلد وغیرہ الفاظ میں مختصراً اور متعدد دوسرے مقامات میں تفصیلاً یہ پیشگوئی بیان کی جا چکی تھی۔ اور ایسی حالت میں کی جا چکی تھی۔ کہ ابھی رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم مکہ ہی میں تھے۔ اور یہ خیال بھی نہیں کیا جا سکتا تھا۔ کہ مکہ کے لوگ کسی وقت آپؐ کو اپنے شہر میں سے نکال دیں گے۔ مگر بہرحال اللہ تعالیٰ یہ خبر دے چکا تھا۔ کہ کفار پہلے آپؐ کو مکہ سے نکالیں گے اور اس کے بعد خدا آپؐ کو فاتح کی حیثیت میں مکہ میں لائے گا۔ یہ پیشگوئی تھی۔ جس کا پورا ہونا مقدر تھا۔ اور اس پیشگوئی کا پورا ہونا

مکہ والوں کے لئے بہت بڑا عذاب

تھا۔ کیونکہ مکہ والے اپنے آپ کو عرب کا حاکم اور سردار سمجھتے اور مکہ کو ہی دار الخلافہ سمجھتے تھے۔ مگر جب ان پر یہ عذاب نازل ہوا۔ اور مکہ فتح ہو گیا۔ تو اس کے بعد دار الخلافہ ہمیشہ کے لئے مدینہ رہا۔ گویا دار الخلافہ والی عزت جو مکہ کو حاصل تھی۔ وہ چھین لی گئی۔ البتہ حج والی برکات وہاں بدستور قائم رہیں۔ اور قیامت تک قائم رہیں گی۔ مگر اسلام کا مرکز ہونے اور دنیوی نظام کا مرجع ہونے کا شرف مکہ کو پھر حاصل نہ ہو سکا۔ نہ رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم پھر مکہ میں رہائش کے لئے واپس آئے۔ اور نہ صحابہ رضہ آئے۔ بلکہ انہوں نے مدینہ کو ہی اپنا دار الخلافہ بنائے رکھا۔ اس کے بعد مسلمان مدینہ سے نکلے۔ تو انہوں نے دمشق کو مرکز بنایا۔ دمشق سے نکلے تو بغداد کو مرکز بنایا۔ بغداد سے نکلے۔ تو مصر کو مرکز بنایا۔ مصر سے نکلے۔ تو استنبول کو مرکز بنایا۔ مگر اسلام کا مرکز نہ آیا تو مکہ میں نہ آیا۔ پس اس قوم کی حکومت کی تباہی و بربادی۔ اس کے افسروں کا مارا جانا۔ ان کی عزتوں کا خاک میں مل جانا اور ان کی وجاہتوں کا خاتمہ ہو جانا یہ عذاب تھا۔ جس کا اہلِ مکہ پر آنا مقدر تھا۔ مگر یہ عذاب اسی وقت آ سکتا تھا۔ جب محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو وہ اپنے شہر میں سے نکال دیں۔ اس کے بغیر یہ عذاب آ ہی نہیں سکتا تھا۔ کیونکہ پیشگوئی یہی تھی۔ کہ وہ اپنے نبی کو شہر میں سے نکالیں گے۔ تب ان پر عذاب آئے گا۔ پس یہ وہ عذاب تھا۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کی موجودگی میں اہلِ مکہ پر آ ہی نہیں سکتا تھا۔ تو اللہ تعالےٰ ان آیات میں فرماتا ہے۔ کہ مکہ والے تین تدبیریں کر رہے تھے۔ یا محمد صلے اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو قید کر دیں۔ یا قتل کر دیں۔ یا شہر میں سے نکال دیں۔ دو تدبیریں ہمارے منشاء کو پورا کرنے والی نہیں تھیں۔ ہمارا منشاء اسی صورت میں پورا ہو سکتا تھا۔ جب وہ آپؐ کو اپنے شہر میں سے نکال دیں۔ تب ہم نے بھی تدبیر کی۔ اور مکہ والوں کو اس رنگ میں چلایا۔ کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ واٰلہٖ وسلم کو قتل کرنے میں کامیاب نہ ہو سکے۔ اور ان کی آنکھوں کے سامنے محمدؐ رسول اللہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کو مکہ سے نکال کر مدینہ پہنچا دیا۔ (گو رسول کریمؐ خود نکلے۔ لیکن اس کا موجب کفار کا قتل کا منصوبہ تھا۔ ورنہ آپؐ نکلنا نہ چاہتے تھے) اب ہم دیکھتے ہیں۔ کہ آپ کے مکہ میں داخل ہونے کی پہلی بنیاد کب پڑی۔ سو مکہ میں داخل ہونے کی

پہلی بنیاد جنگ بدر میں

ہی پڑ گئی۔ اور اس جنگ میں ہی رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر وہ عذاب آیا۔ جس نے ان کی طاقت کو توڑ کر رکھ دیا۔ کیونکہ بدر کے میدان میں ابوجہل نے یہ دعا کی تھی۔ کہ اے خدا اگر اسلام تیری طرف سے ہے۔ تو ہم پر پتھر برسا یا ہمیں دردناک دکھ کے عذاب میں مبتلا کر۔ اللہ تعالے نے اس دعا کے نتیجہ میں وہ عذاب ان پر نازل کر دیا۔ اور اس طرح اس دوسرے عذاب کی بنیاد ڈال دی۔ جو اس کے بعد فتح مکہ کی صورت میں ان پر آنے والا تھا۔ کیونکہ اس عذاب کے متعلق یہ پیشگوئی تھی۔ کہ پہلے محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم مکہ سے نکالے جائیں گے۔ اور پھر مدینہ سے آ کر مکہ پر حملہ کریں گے۔ اور اہل مکہ کی رہی سہی طاقت کو بالکل توڑ دیں گے۔ چنانچہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ذریعہ یہ پیشگوئی پوری ہوئی۔ اور آپؐ نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ کو فتح کر لیا۔ اب دیکھو۔ اس عذاب کے ذکر کا محل اور موقع بالکل صاف معلوم ہو گیا۔ اور ان آیتوں میں کوئی بھی ایسی بات نہ رہی۔ جس کا سمجھنا کسی کے لئے مشکل ہو۔

میں نے پہلے بھی کئی دفعہ بتایا ہے۔ کہ مکہ والوں پر جو یہ عذاب آیا۔ وہ ان کے لئے نہایت ہی دردناک تھا۔ مکہ کے رؤساء کو لوگوں میں اس قسم کی عزت اور عظمت حاصل تھی۔ کہ لوگ ان کے سامنے بات کرتے ہوئے ڈرتے تھے۔ اور ان کے احسانات بھی لوگوں پر اس کثرت کے ساتھ تھے۔ کہ کوئی شخص ان کے سامنے آنکھ تک نہیں اٹھا سکتا تھا۔

ان کی اس عظمت کا پتہ

اس واقعہ سے لگ سکتا ہے کہ صلح حدیبیہ کے موقع پر جس سردار کو مکہ والوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے گفتگو کرنے کے لئے بھیجا۔ اس نے باتوں باتوں میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا دیا۔ یہ دیکھ کر ایک صحابی نے زور سے اپنی تلوار کا کندہ اس کے ہاتھ پر مارا اور کہا۔ اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ریش مبارک کو مت لگا۔ اس نے آنکھ اٹھا کر دیکھا: تا کہ معلوم کرے۔ کہ یہ کون شخص ہے جس نے میرے ہاتھ پر تلوار کا دستہ مارا ہے صحابہ رضؓ چونکہ خود پہنے ہوئے تھے۔ اسلئے ان کی صرف آنکھیں اور اور اس کے حلقے ہی دکھائی دیتے تھے۔ وہ تھوڑی دیر غور کر کے دیکھتا رہا۔ پھر کہنے لگا۔ کیا تم فلاں شخص ہو۔ انہوں نے کہا۔ ہاں۔ اس نے کہا۔ کیا تمہیں معلوم نہیں۔ میں نے فلاں موقعہ پر تمہارے خاندان کو فلاں مصیبت سے نجات دی۔ اور فلاں موقع پر تم پر فلاں احسان کیا۔ کیا تم میرے سامنے بولتے ہو! اب تو احسان فراموشی کا مادہ لوگوں میں اس قدر عام ہو چکا ہے۔ کہ کسی پر شام کو احسان کرو۔ تو صبح کو وہ بھول جاتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کیا میں اب ساری عمر اس کا غلام بنا رہوں۔ وہ ساری عمر کی غلامی چھوڑ ایک رات کی احسان کی قدر تک برداشت نہیں کر سکتا۔ مگر عربوں میں احسان مندی کا جذبہ بدرجہ کمال پایا جاتا تھا۔ اب یہ ایک نہایت ہی نازک موقع تھا۔ مگر جب اس نے اپنے احسانات گنوائے۔ تو اس صحابی کی نظریں زمین میں گڑ گئیں۔ اور وہ شرمندہ ہو کر پیچھے ہٹ گیا۔ اس پر پھر اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے باتیں کرنی شروع کر دیں۔ اور کہا میں عرب کا باپ ہوں۔ میں تمہاری منت کرتا ہوں کہ تم اپنی قوم کی عزت رکھ لو۔ اور دیکھو یہ جو تمہارے ارد گرد جمع ہیں۔ یہ تو مصیبت آنے پر فوراً بھاگ جائیں گے۔ اور تمہارے کام آخر تمہاری قوم ہی آئے گی۔ پس کیوں اپنی قوم کو ذلیل کرتے ہو۔ میں عرب کا باپ ہوں۔ تم میری بات مان لو۔ اور جس طرح میں کہتا ہوں۔ اسی طرح عمرہ کئے بغیر واپس چلے جاؤ۔ اسی دوران میں اس نے اپنی بات پر زور دینے اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے منوانے کی خاطر آپؐ کی ریش مبارک کو پھر ہاتھ لگا دیا۔ اور گو آپؐ کی ریش مبارک کو اس کا ہاتھ لگانا لجاجت کے رنگ میں تھا۔ اور اس لئے تھا۔ کہ آپؐ سے وہ اپنی بات منوائے۔ مگر چونکہ اس میں تحقیر کا پہلو بھی پایا جاتا تھا۔ اس لئے صحابہ رضؓ اسے برداشت نہ کر سکے۔ اور جونہی اس نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ڈاڑھی کو ہاتھ لگایا۔ پھر کسی شخص نے زور سے اپنا ہاتھ اس کے ہاتھ پر مارا۔ اور کہا اپنے ناپاک ہاتھ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ریش مبارک کی طرف مت بڑھا۔ اس نے پھر آنکھ اٹھائی۔ اور غور سے دیکھتا رہا۔ کہ یہ کون شخص ہے۔ جس نے مجھے روکا۔ اور آخر پہچان کر اس نے اپنی آنکھیں نیچی کر لیں۔ اور کہا۔ ابوبکر۔ میں مانتا ہوں۔ کہ تم پر میرا کوئی احسان نہیں۔ پس وہ دوسروں پر اس قدر احسانات کرنے والی قوم تھی۔ کہ سوائے حضرت ابوبکر رضؓ کے جس قدر انصار اور مہاجر وہاں تھے۔ ان سب پر اس ایک رئیس کا کوئی نہ کوئی احسان تھا۔ اور حضرت ابوبکر رضؓ کے سوا اور کسی میں یہ جرأت نہیں تھی۔ کہ وہ اس کے ہاتھ کو روک سکے۔

اب ایک تو وہ زمانہ تھا۔ کہ اہل مکہ کو اس قدر عزت حاصل تھی۔ کہ ان کا ایک سردار رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی مجلس میں جاتا۔ اور آپؐ کی ریش مبارک کو ہاتھ لگا کر کہتا ہے۔ میں عرب کا باپ ہوں۔ میری بات مان لو۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اسکی بات کا انکار نہیں کرتے۔ اور جب وہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا ہے۔ تو سوائے حضرت ابوبکر رضؓ کے اور کوئی صحابی جرأت نہیں کر سکتا۔ کہ اسے روکے۔ کیونکہ ان میں سے ہر ایک پر رؤسائے مکہ کا کوئی نہ کوئی احسان تھا۔ پھر وہ زمانہ آیا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اور حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کی وفات کے بعد ایک دفعہ حضرت عمر رضؓ حج کے لئے مکہ تشریف لے گئے۔ تو حج کے بعد آپ کی ملاقات کے لئے لوگوں نے آنا شروع کر دیا۔ انہی ملاقاتیوں میں مکہ کے رؤسا اور سرداران قریش کے بعض لڑکے بھی تھے۔ حضرت عمر رضؓ نے ان کو عزت سے بٹھایا۔ اور ان سے مختلف باتیں پوچھتے رہے۔ اتنے میں ایک غلام صحابی آیا۔ وہی غلام جو ابتدائے اسلام میں ان رؤساء عرب اور سرداران قریش کے باپ دادا کی جوتیاں کھایا کرتا تھا۔ جسے وہ گلیوں میں گھسیٹتے اور اسلام قبول کرنے کی وجہ سے مار مار کر زخمی کر دیتے۔ حضرت عمر رضؓ نے ان نوجوانوں سے کہا۔

ذرا پیچھے ہٹ جاؤ

یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ پیچھے ہٹ گئے۔ اور وہ صحابی قریب ہو کر حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے باتیں کرنے لگ گیا۔ اتنے میں ایک اور صحابی آ گیا۔ حضرت عمر رضؓ نے پھر ان نوجوانوں سے کہا۔ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور ان کے لئے جگہ چھوڑ دو۔ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں۔ وہ نوجوان پھر پیچھے ہٹ گئے مگر اسی دوران میں تیسرا صحابی آ گیا۔ اور حضرت عمر رضؓ نے ان سے پھر کہا۔ کہ ان کے لئے جگہ خالی کر دو۔ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں۔ چونکہ حج کے ایام تھے۔ اسلئے یکے بعد دیگرے کئی صحابہ رضؓ آتے چلے گئے۔ جن میں سے کئی ان رؤساء کے یا ان کے باپوں کے غلام تھے۔ اور حضرت عمر رضؓ ہر صحابی کے آنے پر ان نوجوانوں سے یہی کہتے۔ کہ ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ اور ان کے لئے جگہ خالی کر دو۔ یہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی ہیں۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ جوتیوں تک جا پہنچے۔ یہ دیکھ کر وہ اس مجلس سے اُٹھ کر باہر آ گئے۔ اور ایسی حالت میں کہ ان کی آنکھوں میں آنسو بھرے ہوئے تھے۔ انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا۔ اور کہا کیا کبھی یہ خیال بھی ہو سکتا تھا۔ کہ ہم کسی زمانہ میں اس قدر ذلیل ہو جائیں گے۔ کہ وہ لوگ جو ہماری جوتیاں اٹھانا اپنے لئے فخر کا موجب سمجھا کرتے تھے۔ مجلس میں ایک ایک کر کے ہم سے آگے بٹھائے جائیں گے۔ اور ہمیں پیچھے ہٹنے پر مجبور کر دیا جائے گا۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے ہم جوتیوں تک جا پہنچیں گے۔ گویا وہ جو ذلیل تھے۔ معزز ہو گئے۔ اور ہم جو معزز تھے۔ ذلیل ہو گئے۔

یہ تمام نوجوان اگرچہ ایماندار تھے۔ مگر غصہ اور جوش میں ان کی زبان سے یہ الفاظ نکل گئے۔ لیکن ان میں سے ایک نوجوان جس کا ایمان بہت زیادہ مضبوط تھا۔ وہ کہنے لگا بھائی تم نے بات تو ٹھیک کہی۔ مگر اس کا ذمہ وار کون ہے۔ اور کس نے ہمارے باپ دادا سے کہا تھا۔ کہ وہ محمد رسول اللہؐ کا انکار کر دیں۔ انہوں نے چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی شدید مخالفت کی تھی۔ اسلئے آج ہماری یہ حالت ہے۔ کہ ہم مجلس میں پیچھے ہٹا دئے گئے۔ مگر وہ جنہوں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی خدمت کی تھی۔ جنہوں نے

اپنی جانیں اور اپنے اموال آپؐ کی راہ میں قربان

کر دئیے۔ ان میں سے گو بہت سے مارے گئے۔ مگر اب جو باقی ہیں۔ ان کا حق ہے۔ کہ ان کی عزت کی جائے اور ان کو ہم سے زیادہ ادب کے مقام پر بٹھایا جائے۔ انہوں نے کہا۔ یہ بات تو تسلیم کی۔ مگر کیا اب اس ذلت کو مٹانے کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ اور کیا کوئی ایسی قربانی نہیں۔ جو اس گناہ کا کفارہ ہو سکے۔ اس پر اسی نے کہا۔ کہ چلو حضرت عمر رضؓ کے پاس ہی چلیں۔ اور انہی سے اس کا علاج دریافت کریں۔ چنانچہ وہ پھر آپ کے مکان پر گئے۔ اور دستک دی۔ مجلس اس وقت خالی تھی۔ حضرت عمر رضؓ نے انہیں اندر بلایا۔ اور کہا۔ کس طرح آنا ہوا۔ انہوں نے کہا۔ آج جو کچھ سلوک

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ہمارے ساتھ ہؤا ہے۔ وہ آپ جانتے ہی ہیں حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے کہا۔ میں معذور تھا۔ کیونکہ اس وقت جو لوگ میرے پاس آئے۔ وہ

رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے صحابی رضؓ

تھے۔ اور میرے لئے ضروری تھا۔ کہ میں ان کی عزت و تکریم کرتا۔ انہوں نے کہا۔ ہم اس بات کو خوب سمجھتے ہیں۔ اور ہم جانتے ہیں۔ کہ ہمارے باپ دادا نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا انکار کرکے اپنے لئے بہت بڑی ذلت مول لے لی مگر کیا اب کوئی ایسا طریق نہیں۔ جس سے یہ ذلت کا داغ ہماری پیشانیوں سے مٹ سکے۔ اور کیا ہمارے باپ دادا سے یہ جو غلطی ہوئی۔ اس کا کوئی علاج نہیں؟ حضرت عمر رضی اللہ عنہ چونکہ اس خاندان سے تعلق رکھتے تھے۔ جس کے ذمہ اہل عرب کے نسبوں کو یاد رکھنا ہوتا تھا۔ اور وہ جانتے تھے۔ کہ ان نوجوانوں کے باپ دادا کو کتنی بڑی عزت اور وجاہت حاصل تھی۔ یہاں تک کہ اسلام کی دشمنی کے زمانہ میں بھی وہ اگر کسی مسلمان کو پناہ دے دیتے تھے۔ تو کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کہ وہ اس مسلمان کو دکھ پہنچا سکے۔ اس لئے حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی آنکھوں کے سامنے ایک ایک کرکے یہ واقعات آئے۔ اور اس کا تصور کرکے ان پر رقت طاری ہوگئی۔ اور بات کرنا آپ کے لئے مشکل ہوگیا۔ اور غلبۂ رقت میں صرف آپ نے اپنا ہاتھ اٹھایا۔ اور شمال کی طرف جہاں شام میں ان دنوں عیسائیوں سے لڑائی ہو رہی تھی۔ اشارہ کرکے کہا۔ اس کا علاج صرف وہاں ہے۔ یعنی اب اس ذلت کا علاج ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ اس

جہاد میں شامل ہو کر اپنی جانیں دیدو

پھر خود بخود لوگ ان باتوں کو بھول جائیں گے۔ چنانچہ اسی وقت وہ لوگ وہاں سے اٹھے۔ اور اپنے اونٹوں پر سوار ہو کر شام کی طرف روانہ ہوگئے۔ وہ سات نوجوان تھے۔ جو اس ذلت کو دور کرنے کے لئے جہاد میں شامل ہوئے۔ اور تاریخ بتاتی ہے۔ کہ پھر ان نوجوانوں میں سے ایک نوجوان بھی زندہ مکہ کی طرف واپس نہیں آیا۔ سب اسی جنگ میں شہید ہوگئے۔ اب دیکھو کجا تو انہیں وہ عزت حاصل تھی۔ کہ وہ مکہ میں کھڑے ہو کر جب کہہ دیتے۔ کہ ہم فلاں مسلمان کو پناہ دیتے ہیں۔ تو کسی شخص کو یہ جرأت نہیں ہوتی تھی۔ کہ اس مسلمان کو کوئی تکلیف پہنچا سکے۔ یہاں تک کہ ان کا ایک سردار رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی ریش مبارک کو ہاتھ لگاتا ہے۔ اور سوائے حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ کے اور کوئی شخص ایسا ثابت نہیں ہوتا۔ جو ان کا زیر بار احسان نہ ہو۔ اور جو جرأت اور دلیری سے اسے روک سکے۔ اور کجا یہ زمانہ کہ ادنےٰ ادنےٰ غلام جب آتے۔ تو ان رؤسا اور سرداران قریش کے لڑکوں سے حضرت عمر رضؓ فرماتے۔ کہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہاں تک کہ ہوتے ہوتے وہ

جوتیوں میں جا پہنچے

حالانکہ ان آنے والے صحابہ رضؓ میں سے اکثر وہ تھے جنہیں حضرت ابوبکر رضی اللہ عنہ نے اپنے پاس سے روپیہ دے کر آزاد کروایا ہؤا تھا۔ اور ایک کی تو والدہ کی شرمگاہ میں کفار نے نیزہ مار کر مار ڈالا تھا۔ ان ادنےٰ اور ذلیل سمجھے جانے والے لوگوں کو ایک ایک کرکے آگے بٹھایا گیا۔ اور جب ان میں سے کوئی حضرت عمر رضؓ کی مجلس میں آتا۔ تو آپ نوجوانوں سے فرماتے۔ پیچھے ہٹ جاؤ۔ پھر کوئی اور صحابی آتا۔ تو آپ فرماتے اور زیادہ پیچھے ہٹ جاؤ۔ پھر کوئی اور صحابی آتا۔ تو آپ پھر فرماتے پیچھے ہٹ جاؤ۔ یہ وہ عذاب تھا۔ جو پیشگوئی کے مطابق رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مکہ سے نکالے جانے کے بعد اہل مکہ پر آیا۔ چنانچہ جب انہوں نے محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو نکال دیا۔ اور یہ تصور کرکے خوش ہوئے۔ کہ ہم جیت گئے۔ تو خدا نے کہا۔ تم نادان ہو۔ تمہاری فتح نہیں ہوئی۔ بلکہ فتح ہمارے رسول کی ہوئی ہے۔ اور اب وہ وقت آگیا ہے۔ کہ ہمارا رسول دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ پر حملہ آور ہو۔ اور اسے ہمیشہ کے لئے فتح کرے اور یہی وہ خبر تھی۔ جو ماکان اللہ لیعذبھم و انت فیھم میں دی گئی تھی۔ کہ وہ عذاب جو

فتح مکہ کی صورت میں

آنا ہے۔ وہ اہل مکہ پر اس وقت تک نہیں آسکتا۔ جب تک رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ان میں موجود ہیں۔ اس عذاب کے لئے ضروری ہے۔ کہ پہلے وہ آپؐ کو مکہ سے نکال دیں۔ چنانچہ انہوں نے آپؐ کو مکہ سے نکال دیا۔ جس کے بعد پہلے جنگِ بدر ہوئی۔ جو فتح مکہ کی پہلی کڑی تھی۔ اور اس کے بعد بعض اور غزوات ہوئے۔ جو اس فتح کی دوسری کڑیاں تھیں۔ اور آخر خدا تعالےٰ کی اس پیشگوئی کے مطابق جس کا قرآن کریم میں بھی ذکر تھا۔ اور جس کا پہلی الہامی کتابوں میں بھی ذکر پایا جاتا تھا۔ مکہ فتح ہؤا۔ اور اسلام کے مقابلہ میں اہل مکہ کی طاقت بالکل ٹوٹ گئی۔ یہ وہ عذاب ہے۔ جو رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ مکہ پر نہیں آسکتا تھا۔ اور جس کا اس آیت میں کہ ماکان اللہ لیعذبھم و انت فیھم ذکر کیا گیا ہے۔ لیکن وہ عذاب بھی بہر حال وقتی تھا۔ مگر قرآن کریم چونکہ سارے زمانوں کے لئے ہے۔ اس لئے اس آیت کے ایک روحانی معنے بھی ہیں۔ جس کے ماتحت مومن ہر وقت فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔ اور وہ یہ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نمونہ دو قسم کے مومن ہؤا کرتے ہیں۔ ایک تو وہ جو آپؐ کے اسوہ حسنہ کے کامل پیرو ہیں۔ تمام احکام اسلام پر عمل کرتے اور ہر بات میں رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی اقتدا اور پیروی کرتے ہیں۔ مگر ایک وہ ہیں۔ جو رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا پورا نمونہ نہیں۔ ان سے غلطیاں بھی ہو جاتی ہیں۔ مگر معاً وہ استغفار کرکے اپنی حالت کو بدلنے اور قلب کی اصلاح کرنے کی کوشش میں مصروف ہو جاتے ہیں۔ پس مومنوں کی یہ دو قسمیں ہیں۔ اور انہی دونوں قسموں کا اس آیت میں ذکر کرتے ہوئے بتایا گیا ہے۔ کہ عذاب سے بچنے کے دو ہی طریق ہیں۔ اول تو یہ کہ ماکان اللہ لیعذبھم و انت فیھم جس قوم میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم ہوں۔ اس پر عذاب نازل نہیں ہو سکتا۔ یعنی وہ لوگ جن کے دل میں محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آبیٹھیں۔ جو تقوےٰ کی باریک سے باریک راہوں کو اختیار کریں۔ اور رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے اسوۂ حسنہ پر چلنے کی پوری کوشش کریں۔ ان پر کبھی عذاب نازل نہیں ہو سکتا۔ گویا کامل تقوےٰ اللہ تعالےٰ کے عذاب سے بچا سکتا ہے۔ لیکن اگر کامل تقوےٰ نہ ہو۔ اور انسان سے غلطیاں سرزد ہو جاتی ہوں۔ تو اس صورت میں بھی اگر تم کوشش کرتے ہو۔ کہ تم سے غلطیاں دور ہو جائیں۔ اور تم استغفار میں مصروف ہو جاتے ہو۔ اور اپنی کوتاہیوں کو دور کرنے کی کوشش کرتے ہو۔ تو اس صورت میں بھی عذاب نازل نہیں ہو سکتا۔ پس

عذاب سے بچنے کے

دو ہی ذریعے ہیں۔ یا تو انسان محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نقشِ قدم پر چلے اور ایسا چلے کہ آپؐ کو اپنے دل میں مہمان بنالے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی محبت اس کے رگ وریشہ میں سرایت کر جائے۔ جیسے حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام لے کر نہیں۔ بلکہ خدا کا نام لے کر کہا ہے کہ

سر سے لیکر پاؤں تک وہ یار مجھ میں ہے نہاں
اے مرے بدخواہ کرنا ہوش کرکے مجھ پہ وار

یعنی وہ یار مجھ میں سر سے لے کر پیر تک نہاں ہے۔ اب تم حملہ کرو گے۔ تو وہ مجھ پر نہیں بلکہ خدا پر ہوگا۔ اسی طرح اللہ تعالےٰ اس آیت میں فرماتا ہے۔ کہ جس شخص کے اندر محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بیٹھ جائیں۔ ہمارا عذاب اس پر نازل نہیں ہو سکتا۔ پس اگر تم میرے عذاب سے بچنا چاہتے ہو۔ تو تم

محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے ایسی محبت اور ایسا پیار

کرو۔ اور آپؐ کے احکام پر ایسا عمل کرو۔ کہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا عشق تمہاری رگ رگ میں سرایت کر جائے۔ اور محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم تمہارے دل میں گھر بنالیں۔ یہاں تک کہ تم پر حملہ محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم پر حملہ ہو جائے۔ اگر تم یہ حالت اختیار کر لو۔ تو تم پر کبھی عذاب نازل نہیں ہو سکتا۔ اور اگر تمہاری یہ حالت نہیں۔ مگر تمہاری خواہش یہ ضرور ہے۔ کہ تم محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کامل ظل بن جاؤ۔ اور اگر تم سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے۔ تو تم بے اختیار استغفر اللہ استغفر اللہ کہنے لگ جاتے ہو۔ اور کوشش کرتے ہو کہ وہ غلطی آئندہ تم سے سرزد نہ ہو۔ تو اس صورت میں بھی تم پر عذاب نازل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ تم محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف جارہے ہو۔ اور جو شخص محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف جارہا ہو۔ ہماری یہ سنت ہے۔ کہ ہم اس پر بھی عذاب نازل نہیں کیا کرتے۔ یہ وہ معنے ہیں۔ جس پر کسی طرح بھی کوئی اعتراض نہیں ہو سکتا۔ ورنہ جو معنے عام لوگ کرتے ہیں۔ اس پر یہ اعتراض وارد ہوتا ہے۔ کہ وہ معنے واقعات کے لحاظ سے غلط ہیں۔ کیونکہ بعض قسم کے عذاب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں اہل مکہ پر آئے۔ اور جو دوسرے معنے ہیں۔ وہ گو درست ہیں مگر وہ اس آیت پر اس وجہ سے چسپاں نہیں ہو سکتے۔ کہ ویسا عذاب رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی موجودگی میں تو کیا غیر موجودگی میں بھی مکہ پر نہیں آسکتا تھا۔

ایک ضروری اعلان

بعض تبلیغی ضروریات کے لئے ایسے معاندین سلسلہ کے حالات کی ضرورت ہے۔ جو حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی شان یا آپ کے خلفاء کے خلاف بدزبانی کرنے کے باعث عبرتناک موت کا شکار ہو چکے ہیں۔ نیز ایسے مخالفین کے حالات کی بھی ضرورت ہے۔ جو کسی احمدی کے مقابل پر مباہلہ کرکے نشانِ عبرت بنے ہوں۔ (مہاشہ محمد عمر مولوی فاضل قادیان)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

عید الفطر کے عید فنڈ کیلئے احباب اور عہدہ داران جماعت کا فرض

عید فنڈ ایک نہایت ضروری چندہ ہے۔ اسکی ابتدا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ہے۔ شروع میں جب اسی چندہ کی ابتدا ہوئی ہے۔ اسکی شرح ایک روپیہ فی کس (ہر کمانے والے) کے حساب سے مقرر تھی۔ عرصہ تک احباب اس شرح سے چندہ ادا کرتے رہے ہیں۔ لیکن اب کچھ عرصہ سے اس چندہ کی اہمیت بُعدِ زمانہ کے سبب اور دیگر طوعی چندوں کی بنا پر ویسی نہیں خیال کی جاتی۔ جو پہلے تھی۔ حالانکہ سلسلہ کی ضروریات جن پر یہ روپیہ خرچ ہوتا ہے پہلے کی نسبت بہت زیادہ بڑھ چکی ہیں۔ اور آمد اس فنڈ کی بہت کم رہ گئی ہے۔

بعض احباب نے اس فنڈ کا چندہ چند پیسے یا چند آنے دینا کافی خیال کر رکھا ہے۔ جس سے ظاہر ہے۔ کہ اس چندہ کی اہمیت کو نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ حالانکہ یہ چندہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ سے ہے۔ اور حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے زمانہ کے جاری کئے ہوئے فنڈوں میں کسی قسم کی کمزوری نہیں آنے دینی چاہیئے۔

لہٰذا

احباب اور عہدہ دارانِ جماعت مقامی کا فرض ہے۔ کہ وہ عید فنڈ کے چندہ کی ادائیگی اور فراہمی اسی سرگرمی سے کریں۔ جس طرح ابتدا میں کی جاتی رہی ہے۔ اس چندہ کی فراہمی کے لئے مناسب ہوگا۔ کہ عید سے ہفتہ عشرہ قبل لوگوں کے گھروں پر جا کر اس چندہ کو وصول کیا جائے۔ کوشش ایسی ہو۔ کہ اس چندہ میں معقول رقم وصول ہو۔ یعنی ایک روپیہ ہر کمانے والے کے حساب سے سوائے ایسے شخص کے جو اس شرح سے بالکل ادا نہ کر سکتا ہو۔

چونکہ

اس چندہ کی ابتدا مرکزی اغراض و مقاصد کے لئے ہوئی ہے۔ اسلئے احباب اور عہدہ داران جماعت مقامی کو چاہیئے۔ کہ عید فنڈ کے چندہ کا روپیہ مرکز میں بھجوائیں۔ یہ چندہ اور کسی مصرف میں خرچ کر لینا ہرگز جائز نہیں ہوگا۔ جو احباب کسی جماعت میں شامل نہیں۔ اور براہِ راست مرکز میں چندہ بھجواتے ہوں۔ انہیں چاہیئے۔ کہ اپنا عید فنڈ کا چندہ بھی براہِ راست مرکز میں بھجوا دیں۔

امید ہے کہ احباب اور عہدہ داران جماعت مقامی اس چندہ کی ادائیگی اور فراہمی پوری مستعدی سے سرانجام دے کر عند اللہ ماجور ہوں گے۔

(ناظر بیت المال)

چندہ جلسہ سالانہ

امسال چندہ جلسہ سالانہ کی شرح حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی منظوری کے ماتحت ایک ماہ کی آمد پر پندرہ فی صدی مقرر ہے۔ اسلئے احباب و عہدہ داران کو چاہیئے۔ کہ اس شرح سے چندہ جلسہ سالانہ کی وصولی کریں۔ کیونکہ اس سے کم شرح سے چندہ جلسہ سالانہ کی مطلوبہ رقم پوری نہ ہو سکے گی

(ناظر بیت المال)

اعلان

نظارت ہذا کی طرف سے صدقۃ الفطر کے متعلق جو یہ اعلان کیا گیا ہے۔ کہ اسکو مقامی مستحقین میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ اس کا اطلاق پراونشل انجمن بنگال پر نہیں ہوتا۔ کیونکہ پراونشل انجمن ہائے بنگال کی تقسیم صدقات وغیرہ کا انتظام پراونشل امیر صاحب کے سپرد ہے۔ اور اس بارے میں ان (پراونشل امیر صاحب) کی ہدایات ان کی ماتحت انجمنوں کے لئے قابل تعمیل ہوں گی۔

(ناظر بیت المال)

عید مبارک

کی خوشی میں احمدیہ یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ کی طرف سے

خاص رعایت

جو دوست اپنے ہاں ڈاکخانہ میں ۹، ۱۰، ۱۱، ۱۲، ۱۳، ۱۴ نومبر کو خطوط ڈالیں گے۔ انہیں مندرجہ ذیل ادویات مندرجہ رعایت پر روانہ کی جائیں گی (ہر دوا کے ہمراہ عید مبارک کی خوشی میں ایک شیشی سینٹ (دات کی رانی) بطور تحفہ مفت روانہ کی جائے گی)

امرت بوٹی رجسٹرڈ

طاقت کی مشہور دوا۔ کمزوری مثانہ۔ کثرت پیشاب کے لئے حکمی دوا مقوی اعصاب ہے پچاس گولی ۸؍ کی بجائے عہ ۱۰۰ گولی ۱۲؍ کی بجائے ۶؍ معہ برقی مالش

حُسن نکھار رجسٹرڈ

چہرہ کی چھائیوں۔ کیل۔ مہاسوں بدنما داغوں کو دور کر کے چہرہ ملائم اور خوبصورت بناتا ہے۔ شیشی کلاں عہ کی بجائے ۱۰؍

سندروٹی رجسٹرڈ

مستورات کی جسمانی کمزوری۔ خرابی ہاضمہ۔ دل کی دھڑکن۔ پنڈلیوں کے درد کی خاص دوا ہے۔ ۶۰ گولی ۶؍ کی بجائے ۸؍

کاکل دراز ہیئر آئل

بالوں کے جھڑنے۔ دماغ کی کمزوری کو دور کر کے لمبا۔ سیاہ۔ اور ملائم بناتا ہے۔ خوشبودار ہے۔ فی شیشی ۸؍ کی بجائے عہ

سفوف اعظم جواہر والا رجسٹرڈ

مردانہ قوت کو قابل اولاد بناتا ہے۔ بدخوابی۔ دائمی قبض۔ دیرینہ نزلہ کے لئے اکسیر ہے۔ تیس خوراک کا مکمل بکس ۶؍ کی بجائے ۸؍

پائیوریا کاسٹ کلاں

دانتوں کے ہلنے۔ درد۔ خون۔ پیپ مسوڑے پھولنے۔ سوزش ورم۔ پانی لگنے کے لئے نہایت مفید ہے۔ سٹ کلاں ۸؍ کی بجائے ۶؍

روح شباب رجسٹرڈ

قریباً ۶۰ بوٹیوں کا مرکب۔ اسکی ایک شیشی موسم سرما میں آپ کو عام جسمانی کمزوری سے محفوظ کر دیگی۔ شیشی کلاں ۶؍ کی بجائے ۸؍

رفیقِ جمال

چہرہ کی خشکی۔ سختی اور پھٹنے کو دور کر کے ریشم کی طرح نرم بناتا ہے۔ شیشی کلاں عہ کی بجائے ۱۰؍

برین ٹون رجسٹرڈ

دماغی کمزوری۔ کمی حافظہ۔ کند ذہنی کے لئے عجیب التاثیر دوا ہے۔ اکثر طالب علم، کلرک اور جج استعمال کرتے ہیں۔ ۶۰ گولی ۸؍ کی بجائے عہ

بواسیر کی شرطیہ دوا

دونوں قسم کی بواسیر کے لئے خاص دوا۔ حضور حضرت خلیفۃ المسیح اول رضی اللہ عنہ کا خاص اور مجرب نسخہ ہے۔ ۱۰۰ گولی ۸؍ کی بجائے ۱۲؍

نوٹ:۔ محصول ڈاک بذمہ خریدار

المشتہر

منیجر احمدیہ یونان فارمیسی رجسٹرڈ جالندھر کینٹ

(پنجاب)

وصیتیں

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ع۵۴۵۵۔ میں مہر محمد یار ولد مہر محمد اعظم صاحب قوم سیال سرگانہ پیشہ زمینداری عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت ۱۹۱۷ء ساکن باگڑ سرگانہ۔ ڈاکخانہ خاص ضلع ملتان بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۲۹ر اگست ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں۔ میری جائیداد حسب ذیل ہے:۔

۱۔ ترلیسٹھ بیگہ اراضی زرعی قسم چاہی نہری جدی ملکیت رقبہ واقع موضع باگڑ سرگانہ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان۔ قیمتی -/-/6300

۲۔ چودہ بیگہ اراضی زرعی قسم بنجر قدیم جدی ملکیت رقبہ واقعہ موضع سمندروانہ تحصیل شورکوٹ ضلع جھنگ قیمتی -/-/600

۳۔ پانچ کنال اراضی زرعی قسم چاہی نہری جدی ملکیت رقبہ واقعہ موضع باگڑ سرگانہ متصل آبادی دیہہ قیمتی -/-/500

۴۔ ایک مکان خام رہائشی واقعہ آبادی دیہہ موضع باگڑ سرگانہ معہ زمین قیمتی -/-/300

(۵) کوٹھی موسومہ "محمد کوشک" واقعہ موضع طرف مبارک کچہری روڈ شہر ملتان کا $\frac{1}{16}$ حصہ قیمتی -/-/200

(۶) ایک مکان خام واقعہ محلہ پیر مٹھائی کچہری روڈ ملتان کا $\frac{1}{12}$ حصہ قیمتی -/-/25

(۷) دس مرلہ اراضی سکنہ قطعہ ۲۳ کا $\frac{1}{2}$ واقعہ محلہ دارالبرکات قادیان قیمتی -/-/200

(۸) چھبیس ۲۶ بیگہ اراضی زرعی مرہونہ قسم چاہی نہری رقبہ واقع موضع باگڑ سرگانہ خود حاصل کردہ زرِ رہن تعدادی دو ہزار روپیہ۔ -/-/2000

نقد مبلغ -/-/1025 روپیہ۔

(۱۰) دو راس بھینس قیمتی -/-/200 دو راس گائے قیمتی -/-/80 ایک گھوڑی قیمتی -/-/100 ایک گھوڑی قیمتی -/-/50۔ اثاث البیت قیمتی -/-/200 روپے کل -/-/630 روپے۔

اس میری مندرجہ بالا جائیداد کی کل قیمت -/-/11775 روپے ہوتی ہے۔ اس کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں اگر میں اپنی زندگی حصہ وصیت میں بصورت جائیداد یا نقد جزوی یا کلی طور پر کوئی ادائیگی کروں۔ تو اس قدر حصہ ادا شدہ متصور ہوگا۔ اس جائیداد کے علاوہ اگر میری اور کوئی جائیداد بوقت وفات ثابت ہو۔ تو اس کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی بھی مالک صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔ اس وصیت کا میں اور میرے ورثاء ہر طرح پابند رہیں گے۔ وباللہ التوفیق۔ لہذا یہ وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان لکھدی ہے۔

العبد:۔ خاکسار مہر محمد یار نمبردار قوم سیال سرگانہ ساکن باگڑ سرگانہ۔ تحصیل کبیر والا ضلع ملتان بقلم خود مورخہ $\frac{8}{39}$/۲۹ گواہ شد منظور احمد پسر مہر محمد یار صاحب موصی مذکور بقلم خود۔ گواہ شد:۔ فیض احمد انسپکٹر بیت المال قادیان دارالامان۔

ع۵۴۶۹۔ میں مسمی غلام محمد ولد میاں گھسیٹے خاں قوم ماشکی پیشہ خادم مسجد عمر تخمیناً ستر سال تاریخ بیعت ۱۹۰۲ء ساکن بٹالہ ڈاکخانہ بٹالہ ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۱۳ر ستمبر ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میرا ایک جدی مکان قیمتی مبلغ ساڑھے تین سو روپیہ کا بٹالہ محلہ شیخ المشائخ موجود تھا۔ اور اس میں اپنے بھائی حقیقی دین محمد ولد میاں گھسیٹے خاں نصف حصہ کا مالک تھا۔

وہ مکان میں نے بوجہ تنگی گذارہ پونے دو صد ما ۱۷۵ للعہ کو فروخت کر دیا۔ اور میرے ذمہ ۱۲۵ قرضہ تھا۔ وہ اس میں سے ادا کر دیئے۔ میرا ارادہ مکان کی موجودگی میں ہی وصیت کر دینے کا تھا۔ مگر میری تنگی اور تنگدستی نے مجھے وصیت کرنے کا موقعہ نہ دیا۔ اب میں نے یہ مصمم ارادہ کر لیا ہے۔ کہ جو مکان میں نے اپنا حصہ ما ۱۷۵ للعہ میں فروخت کر دیا ہوا ہے۔ اس میں سے ۷۵ قرضہ جو میرے ذمہ تھا۔ ادا کردہ وضع کر کے باقی اسکی قیمت یکصد روپے کے دسواں ($\frac{1}{10}$) کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ کہ میرے مرنے کے بعد یکصد روپیہ کا ($\frac{1}{10}$) دسواں حصہ دس روپیہ کی مالک صدر انجمن ہوگی۔ اور میں اللہ تعالےٰ کی جناب میں امید رکھتا ہوں۔ کہ میں یہ دسواں حصہ دس روپے اپنی زندگی میں ہی ادا کر دوں گا۔ جو میری اس وصیت میں مجرا اور محسوب ہوگا۔ اور اپنی نعش وغیرہ کے پہنچانے کے اخراجات بھی انشاء اللہ خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان میں جمع کراتا رہوں گا۔ اگر خدانخواستہ میں مذکورہ بالا دس روپے ادا نہ کروں۔ اور اخراجات نعش پہنچانے وغیرہ کے داخل نہ کروں۔ تو میں شیخ محمد عبد الرشید صاحب پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بٹالہ کو اس بات کا ذمہ وار قرار دیتا ہوں۔ کہ وہ یا ان کی اولاد ادا کر دیں گے۔ اور میری کوئی جائیداد نہیں ہے۔ اور میرا گذارہ اب مسجد احمدیہ بٹالہ میں خدمت کرکے ہے۔ اگر میرا ترکہ مزید ثابت ہوگا۔ اور کوئی آمدنی ثابت ہوگی۔ تو اسکی بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک ہوگی۔ اور آمدنی ہونے کی حالت میں $\frac{1}{10}$ حصہ لینے کی حقدار ہے۔ لہذا یہ وصیت لکھ دیتا ہوں۔ کہ وقت پر کام آوے۔ المرقوم ۱۳ ستمبر ۱۹۳۹ء مطابق ۲۸ رجب المرجب ۱۳۵۸ھ۔

العبد:۔ نشان انگوٹھا غلام محمد ولد میاں گھسیٹے خاں موصی مذکور بعدالت

گواہ شد:۔ سید محمد ولد میاں نبی بخش پاندہ احمدی سکنہ بٹالہ بازار بقلم خود۔

گواہ شد:۔ محمد عبد الرشید ولد قاضی عبد الکریم قوم پٹھان ککے زئی سکنہ بٹالہ محلہ شیخ المشائخ پریذیڈنٹ انجمن احمدیہ بٹالہ۔

ع۵۴۵۸۔ میں محمد ابراہیم ولد رحیم بخش قوم چوہان پیشہ ملازمت پٹواری نہر عمر ۴۲ سال تاریخ بیعت ۳۷ء ساکن کوٹ میاں صاحب ڈاکخانہ دلیل پور ضلع گورداسپور بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۶ر صفر ۱۳۵۸ھ مطابق ۲۵ر اپریل ۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری جائیداد حسب ذیل ہے۔

(۱) ایک دوکان واقعہ کلانور در بازار نواں کٹڑہ تعمیر عمارت پختہ مسقفہ مشتمل بر دو کوٹھڑی معہ کٹڑہ محدود بحدود ذیل۔ حد شرقی مکان حسین بخش آرائیں۔ حد غربی بازار شارع عام حد شمالی مکان دوالہ نمبردار۔ حد جنوبی مکان محمد حسین وغیرہ ارائیاں۔ جسکی اندازاً قیمت دو صد روپیہ ہے۔

(۲) میرے جدی مکانات جو موضع کوٹ میاں صاحب ڈاکخانہ دلیل پور ضلع گورداسپور میں ہیں۔ جن کی مجموعی قیمت دو صد روپیہ ہوگی۔

(۳) قادیان میں مکان بنانے کے لئے زمین خریدی ہے۔ جسکی قیمت ۵۰۰ روپیہ کی ہے۔ جائیداد غیر منقولہ کی کل قیمت مبلغ ۹۰۰ روپیہ ہے۔ جس کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی بحق صدر انجمن احمدیہ وصیت کرتا ہوں۔ اور اگر میں کوئی اور جائیداد پیدا کروں یا میری کوئی اور جائیداد بوقت وفات ثابت ہو۔ تو اس کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی مالک بھی صدر انجمن احمدیہ قادیان ہوگی۔

اور میں اللہ تعالےٰ کے حضور دعا کرتا ہوں۔ کہ اللہ کریم مجھے زندگی میں ہی طاقت بخشے۔ کہ میں اس جائیداد کے $\frac{1}{10}$ حصہ کی رقم داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ کر سکوں۔ اگر میں اپنا حصہ وصیت یا کچھ حصہ جائیداد یا نقدی کی صورت میں اپنی زندگی میں ادا کر کے رسید حاصل کر لوں تو یہ رقم میرے حصہ جائیداد سے منہا کر دی جائے۔

(۴) میری تنخواہ مبلغ ۲۳ روپے ماہوار ہے۔ اس کا بھی $\frac{1}{10}$ حصہ بحق صدر انجمن احمدیہ ماہ بماہ ادا کرتا رہوں گا۔

العبد:۔ محمد ابراہیم ولد رحیم بخش ساکن کوٹ میاں صاحب ڈاکخانہ دلیل پور۔ ضلع گورداسپور۔

گواہ شد:۔ عاجز حشمت علی پٹواری نہر حلقہ ڈاکخانہ خاص ساکن برجیاں خورد ڈاکخانہ برجیاں کلاں تحصیل نکودر۔ ضلع جالندھر۔

گواہ شد:۔ غلام احمد خاں ایڈووکیٹ امیر جماعت پاکپٹن۔

ع۵۴۴۸۔ میں محمد عبد اللہ احمدی ولد شیخ عمر الدین صاحب احمدی قوم کھوجہ پیشہ ملازمت عمر قریباً ۲۸ سال پیدائشی احمدی ساکن بنگہ ڈاکخانہ بنگہ تحصیل نواں شہر ضلع جالندھر بقائمی ہوش و حواس بلا جبر و اکراہ آج بتاریخ ۷ر اگست ۱۹۳۹ء حسب ذیل وصیت کرتا ہوں:۔

میری اس وقت کوئی جائیداد نہیں (کیونکہ میرے والدین بفضل خدا زندہ ہیں) میر گذارہ میری ماہوار آمد پر ہے۔ جو کہ اسی وقت ایک سو پچاس -/-/150 شلنگ ماہوار ہے۔ میں اقرار کرتا ہوں۔ کہ میں اپنی ماہوار آمد کا $\frac{1}{10}$ (دسواں حصہ) تادم زیست داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا رہوں گا۔ میری وفات پر اگر کوئی جائیداد میری ثابت ہو۔ تو اس کے بھی دسویں حصہ کی وصیت بحق صدر انجمن احمدیہ قادیان کرتا ہوں۔ میں انشاء اللہ کوشش کروں گا۔ کہ اپنی حین حیات میں ہی اپنی جائیداد کا (اگر کوئی حاصل ہو) حصہ وصیت داخل خزانہ صدر انجمن احمدیہ قادیان کر دوں۔ لیکن اگر میں اپنی زندگی میں ایسا نہ کر سکوں (خدانخواستہ) تو صدر انجمن احمدیہ قادیان کا حق ہوگا۔ کہ میرے ورثاء سے میرے ثابت شدہ ترکہ کا حصہ وصیت وصول کر لیویں۔ اور میرے ورثاء میری اس وصیت کے پابند ہوں گے۔ فقط

العبد۔ محمد عبد اللہ
پوسٹ بکس ۱۸۸ زنجبار مورخہ ۷ر اگست ۱۹۳۹ء
ایسٹ افریقہ

دارالسلام ٹانگانیکا۔ گواہ شد:۔ مختار احمد ایاز صدر جماعت احمدیہ دارالسلام مشرقی افریقہ۔ گواہ شد:۔ فضل کریم لون سکرٹری وصایا جماعت احمدیہ دارالسلام مشرقی افریقہ۔